MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 26

شمارہ نمبر 01

مئی 2025ء، ذوالقعدہ 1446ھ

WWW.MIRRAT.COM

اللہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اس شمارے میں:

مشرقِ وسطیٰ: تاریخ، تباہی اور امت کی غفلت

امریکہ اور چین کی مصنوعی ذہانت کی دوڑ: جدت اور طاقت کا نیا میدان

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی

اصلی وطن کی یاد

فوڈ سیکورٹی

اور دیگر تحقیقی و تجزیاتی مضامین

تباہ حال غزہ اور مظلوم فلسطینیوں کے قتل عام پہ اقوامِ عالم کی خاموشی اور بے حسی انتہائی افسوس ناک ہے۔

اکتوبر 2023ء سے مارچ 2025ء تک

بشمول 13319 معصوم بچے اور 7216 خواتین

کم از کم 48405 فلسطینی شہید

اور 111835 زخمی ہو چکے ہیں۔

اسرائیلی فورسز کے فضائی حملوں اور مسلسل بمباری کے سبب پورا غزہ کھنڈرات میں بدل چکا ہے۔

اس دوران غزہ کی پٹی میں کم از کم 1.9 ملین افراد (کُل آبادی کا تقریباً 90 فیصد) بے گھر ہوئے ہیں اِس وقت پوری دنیا بالخصوص اقوامِ متحدہ کو غزہ میں اسرائیلی مظالم کو ہنگامی بنیادوں پہ روکنے کے لیے اپنا غیر جانبدارانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اقوامِ عالم کو سمجھ لینا چاہئے کہ فلسطین پہ غیر قانونی اسرائیلی قبضہ ختم ہونے تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ
مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
لاھور

مئی 2025ء، ذوالقعدہ 1446ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سُلطان مُحمّد اصغر علی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	امریکہ اور چین کی مصنوعی ذہانت کی دوڑ: جدت اور طاقت کا نیا میدان	محمد بازید خان	5
4	معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی	غلام یٰسین	12
5	فوڈ سیکورٹی	ڈاکٹر جاوید حسین	17
	احکامِ شرع		
6	مسافر، مریض اور معذور کی نماز کا بیان	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	23
	تذکرہ		
7	الامام الناقد سید الحفاظ امام عبد الرحمٰن بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہ)	مفتی محمد صدیق خان قادری	28
	صلائے عام		
8	12 اپریل 2025ء: سالانہ عظیم الشان جشنِ میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) و حق باھو کانفرنس	ادارہ	32
	گوشۂ تصوف		
9	تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس: مولانا رومی اور حضرت سلطان باھو	مسلم انسٹیٹیوٹ	36
10	اصلی وطن کی یاد	کبریٰ پوپل	42
11	عین الفقر	مترجم: سید امیر خان نیازی	47
12	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر 8-BS-698 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی بی چوہان روڈ بندر روڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں خوب جان رہا ہے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا"۔(الانفال:60)

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسے توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندے کو دیا جاتا ہے جو صبح خالی پیٹ جاتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتا ہے"۔

(سنن الترمذی، باب:فی التوکل علی اللّٰہ)

سرِ جہانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)

فرمان

اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: "فقراء سے محبت رکھنا مجھ سے محبت رکھنا ہے"۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا فرمان مبارک ہے: "فقر میرا فخر ہے اور میرے لئے باعث افتخار ہے"۔ یہاں فقر سے مراد وہ فقیری (غربت وافلاس) نہیں جو عوام میں مشہور ہے بلکہ اس سے مراد اللہ عزوجل (کے فضل و کرم) کی محتاجی اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا تمام دنیاوی اور اُخری نعمتوں کو ترک کرنا ہے اور اس سے مراد اس قدر فنافی اللہ ہونا ہے کہ اس کے وجود میں اُس کے نفس کے لئے کوئی چیز باقی نہ رہے اور اللہ کے سوا اس کے دل میں کسی چیز کی سمائی نہ ہو جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمان حق تعالیٰ ہے: "میں نہیں سماتا زمین میں، نہیں سماتا آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں"۔

(سرالاسرار)

سلطان العارفین

حضرت سُلطان باہُو (رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان

تلہ بنھ توکل والا ہو مردانہ تریئے ہو
جیں دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ تھیں نہ ڈریئے ہو
ان مع العسر یسرا آیا چت اسے ول دھریئے ہو
اوہ بے پرواہ درگاہ ہے باہو اوتھے رو رو حال بھریئے ہو

(ابیاتِ باھُو)

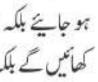

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ)

ایمان ، اتحاد، تنظیم

"محض نعروں اور دلفریب الفاظ کے چکر میں نہ آیئے حرف ظواہر سے گمراہ نہ ہو جایئے بلکہ اپنے اصولوں پر کاربند رہیے اور آپ کسی چیز سے خوف نہیں کھائیں گے بلکہ کامیابی (آپ کا مقدر ہو گی) ہمیں دوبارہ میدان کو حاصل کرنا ہو گا ہمیں ایک بار پھر اپنے آپ میں واپس آنا ہو گا ہمارے سامنے جو کام ہے وہ مشکل ہے لیکن اس کا صرف ہم پر انحصار ہے اور اگر ہم مستعدی کے ساتھ ہمت و حوصلہ، خوش امیدی، خود اعتمادی، نظم و ضبط اور اتحاد سے کام کریں گے تو انشاء اللہ بہت جلد جنگ جیت لیں گے"۔ (قائد اعظم تقریر و بیانات جلد 3، ص:1686)

فرمانِ علامہ مُحمّد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ)

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

(ضربِ کلیم)

مشرق وسطیٰ: تاریخ، تباہی اور امت کی غفلت

مشرق وسطیٰ، دنیا کے نقشے پر ایک ایسا خطہ ہے جو صدیوں سے تاریخ، تہذیب و تمدن، معاشرت، مذاہب، عسکری مہمات، وسائل اور سیاست کا مرکز رہا ہے- اس خطے کی تبدیلی کی بنیاد گو کہ تقریباً ایک صدی پہلے رکھی جاچکی تھی جب مسلمان پوری دنیا میں زوال پذیر ہوئے لیکن اس میں تیزی 1945ء کے بعد سرد جنگ کے آغاز سے ہوئی، نئی سیاسی جماعتوں نے جنم لیا جس کے نتیجے میں خطے کے سیاسی منظر نامہ میں تبدیلی ہونا شروع ہوئی- 1967ء میں ہونے والی چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ نے خطے کے جغرافیہ کو بدل دیا، یہ جغرافیائی تبدیلی، اسرائیل کے پھیلاؤ کی صورت میں آج تک ہو رہی ہے- 1970ء کی دہائی میں ایران عراق جنگ اور 1990ء کی دہائی میں کویت عراق جنگ، نائن الیون کے اثرات، 2003ء کی عراق جنگ نے خطے کو بری طرح نقصان پہنچایا- ان تمام عوامل کی وجہ سے خطے میں دہائیوں سے ایک سنگین بحران نے جنم لیا ہوا ہے- اسی اثناء میں عرب بہار کی آمد ہوئی جس کے دیرپا اثرات و نتائج میں آج شام، عراق، تیونس، لیبیا، سوڈان، مصر اور لبنان وغیرہ اسی آگ میں سلگ رہے ہیں- موجودہ صورتحال یہ ہے کہ امت مسلمہ خصوصاً مشرقِ وسطیٰ میں کہیں خانہ جنگی ہے، کہیں فرقہ واریت، کہیں غیر ملکی مداخلت اور کہیں داخلی بدعنوانی-

اس خطے سے مختلف مذاہب کا جنم بھی ہوا ہے اور یہ ان کا مرکز رہا ہے جس کی وجہ سے اس خطے کی مذہبی اہمیت بھی مسلم ہے- دین اسلام کا ظہور بھی اسی خطے سے ہوا ہے- آج یہ خطہ کئی اسلامی ممالک پر مشتمل ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ قدرتی وسائل بالخصوص تیل کی دولت سے مالا مال ہیں- اتنی فراوانی ہونے کے باوجود افسوسناک امر یہ ہے کہ اس خطے میں امن وامان، اتحاد اور یگانگت ایک نایاب شے بن چکی ہے-

اسلامی ممالک میں خصوصاً ترکیہ کے اندرونی حالات روز بروز بگڑ رہے ہیں- ایران کو امریکہ سے حالیہ مزید خطرات اور دھمکیوں کا سامنا ہے- پاکستان اپنے اندرونی مسائل اور دہشت گردی سے نمٹنے میں مصروف ہے- مسلم ممالک کے درمیان تفریق اور تقسیم کی وجہ سے فلسطین اور خاص طور پر غزہ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسرائیلی جارحیت، بربریت، محاصرے اور ظلم و ستم کا شکار ہے- صیہونی ریاست ایک پلان کے تحت اپنا حجم پھیلائے چلی جا رہی ہے اور مسلمانوں کی زندگیاں تنگ ہو رہی ہیں جن میں سب سے پہلے فلسطینی مسلمان ہیں- اس ناجائز ریاست کا فلسطین اور مسلم علاقوں پر قبضہ ایک منصوبہ کے تحت ہے جس کے نتیجے میں ہر چند سالوں بعد اس کی جانب سے نہتے فلسطینیوں پر فضائی بمباری کی جاتی ہے، اس سے نہ ہسپتال محفوظ ہیں نہ سکول امان میں ہیں اور نہ ہی مہاجر کیمپ و ریڈ کراس و میڈیا کے نمائندے، نتیجتاً معصوم بچے، خواتین اور بزرگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور ایک بہت بڑی تعداد معذوری اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے- دنیا بارہا یہ مناظر دیکھ چکی ہے مگر عملی اقدامات نہ ہونے کے برابر ہیں بلکہ اب تو محسوس ہوتا ہے کہ ان مناظر کو دیکھ کر عالمی برادری کا دل بھی نہیں دکھتا ہے اس کی بجائے اک بے حسی کی کیفیت کا گماں ہوتا ہے- اکتوبر 2023ء سے غزہ ایک بار پھر آگ و خون کی لپیٹ میں ہے- ہزاروں افراد شہید ہو چکے ہیں، اسپتال ملبے میں بدل چکے ہیں، سکول ملیامیٹ ہو چکے ہیں، اس علاقے میں انسانی زندگی ایک عذاب بن گئی ہے- بے دردی سے فلسطینیوں کے قتل محض تماشائی کی طرح دیکھنا پوری امت کے لئے مقام عبرت ہے- او آئی سی کے پلیٹ فارم پر محض تقاریر اور قراردوں کے پاس ہونے کے سوا کوئی عملی اقدامات اٹھتے نظر نہیں آرہے ہیں- ایک بھیانک صورتحال یہ ہے کہ امت مسلمہ ہی اس مسئلے پہ متحد نہیں ہے تو عالمی برداری اس میں کیا خاطر خواہ اقدامات کر سکتی ہے- آپس کی ناچاقی اور چپقلش کے باعث مشرق وسطی سلگ رہا ہے اور فلسطین آگ و خون کی لپیٹ میں ہے- جب تک امت مسلمہ میں بیداری پیدا نہیں ہوتی ہے، ایک جسم کی مانند رد عمل نہیں دیتی اور مشترکہ اور قابلِ عمل لائحہ عمل اختیار نہیں کرتی، تب تک نہ صرف غزہ، بلکہ پورا مشرق وسطیٰ ظلم، خونریزی اور تباہی کا شکار رہے گا- عراق، شام، لیبیا اور یمن سمیت متعدد ممالک اسی تقسیم اور تفریق کی آگ میں جل چکے ہیں- آج امت مسلمہ کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے ورنہ ایک ایک کر کے سب اس آگ کی لپیٹ میں آسکتے ہیں- بقول علامہ اقبال:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

تعارف

مصنوعی ذہانت (AI) ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جو کمپیوٹرز اور مشینوں کو انسانوں کی طرح سوچنے اور عمل کرنے کے قابل بناتی ہے- AI سے چلنے والے آلات اشیاء کو پہچان سکتے ہیں، زبان کو سمجھ سکتے ہیں اور اس کا جواب دے سکتے ہیں، تجربے سے سیکھ سکتے ہیں، فیصلے کر سکتے ہیں اور یہاں تک کہ خود سے نئی چیزیں بھی تخلیق کر سکتے ہیں- جیسے کہ خودکار گاڑیاں (AI -self-driving cars) ایک طریقہ کار مشین لرننگ (ML) کے ذریعے سیکھتی ہیں، جس میں کمپیوٹرز ڈیٹا کا تجزیہ کرتے ہیں بجائے اس کے کہ ہر کام کے لیے انہیں الگ سے پروگرام کیا جائے- مشین لرننگ کے ایک طاقتور قسم کے نیورل نیٹ ورکس (neural networks) ہیں، جو انسانی دماغ کی طرح بڑی مقدار میں ڈیٹا میں موجود پیٹرن کو پہچان کر نتائج اخذ کرتے ہیں- سیکھنے کی ایک آسان شکل سپر وائزڈ لرننگ supervised learning ہے، جس میں کمپیوٹرز کو لیبل شدہ مثالوں کے ذریعے تربیت دی جاتی ہے تاکہ وہ مستقبل کے نتائج کی پیش گوئی کر سکیں-

ڈیپ لرننگ Deep learning، جو مشین لرننگ کی ایک جدید شکل ہے، نیورل نیٹ ورکس (deep neural networks with many layers) کا استعمال کرتی ہے، جن میں کئی تہیں ہوتی ہیں اور یہ انسانی مدد کے بغیر پیچیدہ معلومات کو سمجھ سکتے ہیں- یہ خاص طور پر زبان کی پہچان، تصویر کی شناخت، اور بڑی مقدار میں ڈیٹا کے تجزیے کے لیے مفید ہے- جنریٹو (Gen AI) مصنوعی ذہانت کی ایک خاص قسم ہے جو ڈیپ لرننگ کو مزید آگے لے جا کر نئی تخلیقات جیسے متن، تصاویر، اور موسیقی بنا سکتی ہے، جو موجود ڈیٹا سے سیکھے گئے پیٹرنز پر مبنی ہوتی ہیں- یہ وہی ٹیکنالوجی ہے جو ChatGPT اور AI سے تخلیق شدہ آرٹ کے پیچھے کام کر رہی ہے- مصنوعی ذہانت دنیا کو بدل رہی ہے، مشینوں کو مزید ذہین اور قابل بنا رہی ہے اور مستقبل کی تشکیل میں مدد دے رہی ہے، جس سے کام آسان اور تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ ہو رہا ہے-[1]

مصنوعی ذہانت کی اہمیت دورِ حاضر میں

مصنوعی ذہانت کی ٹیکنالوجی عالمی مواصلات (global communication) اور صنعت کاری کو مکمل طور پر بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے- AI نہ صرف جدید ٹیکنالوجی (modern technology) میں اہم کردار ادا کر رہی ہے بلکہ یہ امریکہ اور چین کے درمیان تکنیکی مسابقت (technological competition) کا بھی ایک بنیادی عنصر بن چکی ہے، جسے عام طور پر مصنوعی ذہانت کی دوڑ (AI race) کہا جاتا ہے- عوامی تاثر یہی ہے کہ AI عظیم طاقتوں (great powers) کے درمیان مسابقت کا ایک مرکزی پہلو بن چکی ہے-

تاریخی طور پر، بڑی طاقتوں کے عروج و زوال کو تکنیکی تبدیلی کے ادوار نے متاثر کیا ہے، جو ایک طاقت کو مسلسل

[1] IBM, "What Is Artificial Intelligence (AI)?," IBM Think Topics, accessed 9 August 2024, https://www.ibm.com/think/topics/artificial-intelligence.

اقتصادی ترقی حاصل کرنے اور بالآخر جغرافیائی سیاسی اور عسکری اثر و رسوخ قائم کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔یہ رجحان مختلف تاریخی ادوار میں دیکھا گیا ہے، جیسے کہ صنعتی انقلاب کے دوران برطانیہ کا عروج یا 19ویں صدی کے آخر میں امریکہ کی ٹیکنالوجیکل ترقی، حتیٰ کہ 1980ء میں امریکہ اور جاپان کے درمیان سیمی کنڈکٹر اور کنزیومر الیکٹرانکس صارفین کی الیکٹرانکس کی دریافت میں مسابقت نے یہ قیاس آرائیاں جنم دیں کہ جاپان شاید امریکہ کو پیچھے چھوڑ سکتا ہے۔ ان تاریخی مثالوں کے پیش نظر، یہ تصور درست معلوم ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کی ترقی امریکہ-چین کی رقابت کا ایک اہم عنصر ہے۔اس مسابقت کے پیچھے ایک اور مفروضہ یہ بھی کارفرما ہے کہ چین یا تو مصنوعی ذہانت میں امریکہ سے آگے بڑھ چکا ہے یا بہت جلد اس کا مقابلہ کرنے والا ہے۔[2]

مصنوعی ذہانت کی دوڑ میں عالمی سالمیت

مصنوعی ذہانت ریاستی طاقت، معاشی ترقی اور فوجی صلاحیتوں پر گہرا اثر ڈال رہی ہے۔جو ممالک اس میدان میں برتری حاصل کریں گے، وہ نہ صرف عالمی معیشت پر اثر انداز ہوں گے بلکہ ٹیکنالوجی کے استعمال کے عالمی معیارات بھی طے کریں گے، جس کا اثر ان ممالک پر بھی پڑے گا جو ابھی تک کسی ایک ماڈل کو اپنانے کے بارے میں غیر یقینی کا شکار ہیں۔یہ مسابقت بڑی طاقتوں کے درمیان وسیع تر جغرافیائی و سیاسی جدوجہد کا حصہ ہے، جہاں چین اور روس امریکی اثر و رسوخ کو چیلنج کرنے کے لیے معیشت، فوج اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ امریکی قومی سلامتی کی حکمت عملی (National Security Strategy) بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ چین کی تیز رفتار مصنوعی ذہانت کی ترقی ایک طویل المدتی حکمت عملی کا حصہ ہے، جس کا مقصد فوجی جدت اور معاشی برتری کے ذریعے عالمی طاقت حاصل کرنا ہے۔

مصنوعی ذہانت ریاستی طاقت کا ایک بنیادی ستون بنتی جا رہی ہے، خاص طور پر اس کی معیشت میں ترقی کی صلاحیت کی وجہ سے۔ تحقیق کے مطابق، 2030ء تک مصنوعی ذہانت عالمی معیشت میں کھربوں ڈالر کا اضافہ کر سکتی ہے، لیکن اس کا فائدہ صرف وہی ممالک اٹھائیں گے جو پہلے ہی اس میدان میں ترقی یافتہ ہیں، جیسے امریکہ اور چین۔ فوجی سطح پر بھی، دونوں ممالک مصنوعی ذہانت کے دفاعی استعمال میں بھاری سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ چین کی پیپلز لبریشن آرمی (People's Liberation Army - PLA) خودکار ہتھیاروں اور مصنوعی ذہانت سے چلنے والی فوجی حکمت عملیوں پر کام کر رہی ہے۔ دوسری طرف، امریکی محکمہ دفاع نے مصنوعی ذہانت کو اپنی دفاعی منصوبہ بندی میں شامل کرنے کیلئے "Defense Advanced Research Projects Agency" اور "Joint Artificial Intelligence Center" جیسے ادارے قائم کیے ہیں۔ معاشی اور فوجی طاقت کے علاوہ، مصنوعی ذہانت عالمی حکمرانی کے اصول بھی طے کر رہی ہے اور چین مصنوعی ذہانت سے چلنے والے نگرانی کے نظام (Surveillance Systems) کو مختلف ممالک میں برآمد

[2]National Committee on U.S.-China Relations. "The U.S.-China AI Race." NCUSCR Podcast, March 2025. Accessed March 24, 2025. https://www.ncuscr.org/podcast/us-china-ai-race./

کر رہا ہے، جو انسانی پر ائیویسی کے لیے ایک خطرہ بن سکتا ہے- خاص طور پر افریقہ، لاطینی امریکہ اور مشرق وسطیٰ میں-[3]

مصنوعی ذہانت کی دوڑ میں چین اور امریکہ

20 جنوری 2025ء کو، جب دنیا کی توجہ امریکہ میں ڈونلڈ ٹرمپ کی حلف برداری پر تھی، چین کی ایک کمپنی "DeepSeek" نے خاموشی سے اپنا نیا بڑا زبان سمجھنے والا ماڈل R1 لانچ کیا- یہ ماڈل نہ صرف کم قیمت اور اوپن سورس ہے بلکہ کارکردگی کے لحاظ سے ChatGPT-4 کے برابر یا اس سے بہتر بتایا گیا ہے- اس اعلان کے بعد امریکی اسٹاک مارکیٹ میں گراوٹ آئی، Nasdaq 3.1 فیصد اور S&P 500 1.5 فیصد نیچے آ گیا- ڈیپ سیک کا یہ اقدام امریکہ اور چین کے درمیان مصنوعی ذہانت کے میدان میں بڑھتی ہوئی مسابقت کی ایک اور بڑی مثال بن گیا- امریکہ نے اس مقابلے کا جواب "Stargate Project" کے ذریعے دیا، جو 500 ارب ڈالر کا سب سے بڑا AI منصوبہ ہے- دوسری طرف چین نے اعلان کیا ہے کہ وہ 2030ء تک ٹیکنالوجی میں 10 ٹریلین یوآن ($1.4 ٹریلین) کی سرمایہ کاری کرے گا- یہ صورتحال ایشیائی ممالک کے لیے پیچیدہ ہو گئی ہے، جیسے کہ جنوبی کوریا اور آسٹریلیا، جو ٹیکنالوجی اور معدنیات کے میدان میں ان دونوں طاقتوں پر انحصار کرتے ہیں-

چین کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 2000 تک امریکہ، سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی میں چین سے زیادہ PhDs پیدا کرتا تھا، لیکن 2017ء میں دونوں برابر ہو گئے- 2025ء تک چین نے 70000 جبکہ امریکہ نے 35000 PhDs اسکالرز پیدا کیے- تقریباً 600000 چینی طلبہ نے امریکہ کی اعلیٰ جامعات سے تعلیم حاصل کی اور 70 فیصد نے واپس آ کر چین میں حکومت کی مدد سے اپنی تحقیقاتی لیبارٹریز قائم کیں- چینی جامعات جیسے تسنگھوا (Tsinghua) اور پیکنگ یونیورسٹی (Peking University) اب دنیا کی بہترین جامعات میں شمار ہوتی ہیں-ڈیپ سیک کی ٹیم انہی جامعات کے تربیت یافتہ ماہرین پر مشتمل ہے، جنہوں نے جدید AI ٹیکنالوجی میں دنیا کو حیران کر دیا- آسٹریلین پالیسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ (Australian Policy Research Institute) کے مطابق، چین 64 میں سے 53 اہم ٹیکنالوجیز جیسے کہ سپر کمپیوٹنگ، مصنوعی ذہانت اور مشین لرننگ، صنعتی روبوٹکس (industrial robotics)، بایومیڈیسن (biomedicine) وغیرہ میں سبقت حاصل کر چکا ہے-[4]

جغرافیائی سیاست سے ہٹ کر، مصنوعی ذہانت کے شعبے میں تیزی سے ہونے والی ترقی توانائی اور ماحولیات پر بھی گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے- اے آئی ڈیٹا سینٹرز کی بڑھتی ہوئی مانگ توانائی کے گرڈز پر دباؤ ڈال رہی ہے اور اندازہ ہے کہ امریکہ کو آئندہ پانچ برسوں میں پانچ گیگاواٹ کے توانائی مراکز درکار ہوں گے- 2030ء تک، ڈیٹا سینٹرز امریکی بجلی کا 10 فیصد استعمال کر سکتے ہیں، جو 2023ء میں ریکارڈ شدہ 4 فیصد سے دوگنا ہو گا- چین، جو دنیا کا سب سے بڑا G5 نیٹ ورک رکھتا ہے اور دوسرا سب سے بڑا ڈیٹا سینٹر انڈسٹری کا حامل ملک ہے، انہی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے- گرین پیس ایسٹ ایشیا (Greenpeace East Asia) کے مطابق، چین کے ڈیجیٹل بنیادی ڈھانچے کی بجلی کی کھپت 2035 تک 289 فیصد بڑھ سکتی ہے، جس سے کاربن کے اخراج میں 310 ملین ٹن اضافہ متوقع ہے- تاہم، اگر ان ترقیوں کو بہتر حکمت عملی کے تحت منظم کیا جائے تو مصنوعی ذہانت توانائی کے شعبے میں ایک مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے-[5]

---

[3]Mozur, Paul. “Why U.S.-China AI Competition Matters.” New America, August 2023. https://www.newamerica.org/cybersecurity-initiative/reports/essay-reframing-the-us-china-ai-arms-race/why-us-china-ai-competition-matters./

[4]Husain, Ishrat. "Alternative to New Varsity." *Dawn*, March 22, 2025. https://www.dawn.com/news/1899555.

[5]Jean Dong and Christoph Nedopil, "AI: China and the US Go Head to Head," The Interpreter, Lowy Institute, February 25, 2025, https://www.lowyinstitute.org/the-interpreter/ai-china-us-go-head-head.

روایتی نظام سے مصنوعی ذہانت تک کا سفر

امریکہ اور چین کے درمیان تیزی سے بڑھتا ہوا AI مقابلہ صرف ایک تکنیکی دوڑ نہیں بلکہ عالمی طاقت کے توازن کو تشکیل دینے والا ایک اہم میدان ہے- یوکرین جنگ نے جدید جنگ میں AI کے کردار کو نمایاں کیا ہے، خاص طور پر AI سے چلنے والے ڈرونز نے اپنی مہلک صلاحیت کو ثابت کیا ہے- مصنوعی ذہانت کی اس دوڑ کو مزید پیچیدہ بنانے والی بات یہ ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کی ٹیکنالوجی سے بھی استفادہ کر رہے ہیں- کچھ امریکی منصوبے چینی اوپن سورس AI ماڈلز پر انحصار کر رہے ہیں، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ تکنیکی ترقی یک طرفہ نہیں بلکہ باہمی تعاون پر بھی مبنی ہے- اگرچہ عمومی تصور یہی ہے کہ چینی کمپنیاں امریکی ٹیکنالوجی کی نقل کرتی ہیں، لیکن حالیہ مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کچھ امریکی منصوبے بھی چینی AI ماڈلز سے فائدہ اٹھا رہے ہیں- اس کا مطلب یہ ہے کہ AI کی ترقی صرف مقابلے پر نہیں بلکہ باہمی استفادے پر بھی قائم ہے- امریکہ نے تاریخی طور پر سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی کے ماہرین کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے، لیکن جغرافیائی سیاسی کشیدگی اور سخت امیگریشن پالیسیوں کی وجہ سے یہ رجحان تبدیل ہو سکتا ہے-[6]

امریکہ اور چین کے درمیان مصنوعی ذہانت کی بڑھتی ہوئی مسابقت ایک پیچیدہ جغرافیائی و سیاسی جدوجہد میں تبدیل ہو چکی ہے اور قومی سلامتی سے آگے دیکھیں تو AI عالمی معیشت اور سماجی ترقی کے لیے ایک بڑی قوت بن چکی ہے- جو صرف ٹیکنالوجی کی برتری تک محدود نہیں رہی- ابتدا میں اسے معاشی دوڑ کے طور پر پیش کیا گیا اور امریکی پالیسی سازوں نے جدید سیمی کنڈکٹر ٹیکنالوجی اور AI اسکیلنگ قوانین میں اپنی ابتدائی برتری کو برقرار رکھنے کی کوشش کی- تاہم، چین نے اس فرق کو کم کر لیا ہے اور کم کمپیوٹنگ وسائل استعمال کرتے ہوئے تقریباً مساوی نتائج حاصل کر لیے ہیں، جس پر امریکہ نے سخت برآمدی پابندیاں عائد کر کے چین کی AI ترقی کو روکنے کی کوشش کی- لیکن یہ حکمت عملی الٹ ثابت ہوئی کیونکہ ان پابندیوں نے چین کو مزید خود کفالت کی راہ پر ڈال دیا- چونکہ دنیا کے تقریباً نصف AI ماہرین چینی پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں- ڈیٹا شیئرنگ معاہدے اور غیر عسکری AI منصوبے، کشیدگی کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں- ایک عالمی AI سیکیورٹی اتحاد AI کی اخلاقی ترقی کو فروغ دے سکتا ہے اور غیر متوازن ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ سے پیدا ہونے والے خطرات کو کم کر سکتا ہے-[7]

واشنگٹن AI کمپیوٹ پاور، وہ کمپیوٹیشنل وسائل جو AI ماڈلز کی تربیت اور ان کے نفاذ کے لیے استعمال ہوتے ہیں پر سخت ضابطے لگا رہا ہے، جبکہ چین ان رکاوٹوں کو نظر انداز کرتے ہوئے متبادل راستے اختیار کر رہا ہے- چونکہ چین کو اعلیٰ درجے کے AI کمپیوٹ میں امریکہ کے برابر آنے میں وقت لگے گا، اس لیے اس نے کم لاگت اور زیادہ مؤثر AI ٹیکنالوجیز پر توجہ مرکوز کر رکھی ہے- مزید بر آں، چین اوپن سورس AI، کلاؤڈ انفراسٹرکچر اور عالمی ڈیٹا ایکو سسٹمز میں اپنی گرفت مضبوط کر رہا ہے، جس سے وہ ان ممالک کو سستی اور بغیر کسی پابندی کے AI تک رسائی فراہم کر رہا ہے جو امریکی پالیسیوں سے نالاں ہیں- اس کا مطلب

---

[6]Singer, Andrew. "Stakes Rising in the US-China AI Race." Global Finance, September 9, 2024. https://gfmag.com/economics-policy-regulation/us-china-competition-generative-ai./

[7]Graylin, Alvin Wang, and Paul Triolo. "There Can Be No Winners in a US-China AI Arms Race." *MIT Technology Review*, January 21, 2025. https://www.technologyreview.com/2025/01/21/1110269/there-can-be-no-winners-in-a-us-china-ai-arms-race/.

صرف AI مقابلہ نہیں بلکہ عالمی ڈیجیٹل انفراسٹرکچر پر کنٹرول کی جنگ ہے۔

یہ ضابطے نہ صرف امریکہ کے قریبی اتحادیوں کے ساتھ تعلقات کو نقصان پہنچا رہے ہیں بلکہ ان ممالک کو بھی دور دھکیل رہے ہیں جو امریکہ اور چین کے درمیان توازن قائم رکھنا چاہتے ہیں، جیسے پاکستان، بھارت، انڈونیشیا، برازیل، ترکیہ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات۔ ان پابندیوں کے باعث امریکہ کے ٹیکنالوجی فراہم کنندگان کے لیے ابھرتی ہوئی مارکیٹوں میں کام کرنا مشکل ہو رہا ہے، جبکہ چین ان مواقع سے فائدہ اٹھا کر اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہا ہے۔ امریکہ پہلے ہی ٹیلی کمیونیکیشن کے میدان میں ہواوے پر پابندیاں لگا کر ایسی ہی غلطی کر چکا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہواوے نے دیگر خطوں میں اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اگر یہی غلطی AI کے شعبے میں بھی دہرائی گئی تو امریکہ اپنی ٹیکنالوجی برتری کھو سکتا ہے۔[8]

امریکہ اور چین کی مصنوعی ذہانت کی دوڑ میں اسٹریٹجک فوائد اور کمزوریاں

امریکہ اور چین کے درمیان مصنوعی ذہانت (AI) کی دوڑ میں دونوں ممالک اپنے اپنے منفرد فوائد اور چیلنجز کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ مقابلہ صرف اس بات کا نہیں کہ کون سا ملک جدید ترین ٹیکنالوجی رکھتا ہے، بلکہ یہ بھی اہم ہے کہ کون اپنے اندرونی مسائل کو بہتر طریقے سے حل کر کے مسلسل ترقی کو ممکن بناتا ہے۔ امریکہ کو کئی اہم اسٹریٹیجک فوائد حاصل ہیں۔ دنیا کی بہترین جامعات، تحقیقاتی ادارے اور عالمی سطح پر مانے جانے والے سائنس دان امریکی تحقیق کو ایک نمایاں مقام دلاتے ہیں۔ امریکی حکومت، نجی شعبہ اور تعلیمی اداروں کے درمیان ہم آہنگی اور نئی ایجادات کے لیے سازگار ماحول فراہم کرتی ہے۔ سلیکون ویلی (Silicon Valley) جیسی جگہیں اور مضبوط سرمایہ کاری کا نظام AI ٹیکنالوجیز کو تجارتی طور پر کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، امریکہ کا intellectual property کا مؤثر تحفظ، سیمی کنڈکٹر ڈیزائن اور مینوفیکچرنگ میں مہارت، بنیادی AI تحقیق میں عالمی قیادت اور عالمی سطح پر ٹیکنالوجی شراکت داری کا نیٹ ورک اس کی پوزیشن کو مزید مضبوط بناتے ہیں۔

چین بھی اپنے طور پر کئی اہم برتریوں کا حامل ہے۔ اس کی بڑی آبادی کی وجہ سے وہاں ڈیٹا کی بے پناہ مقدار دستیاب ہے، جو AI کو تربیت دینے میں مدد دیتی ہے۔ چینی حکومت کی جانب سے AI کو قومی ترجیح دیا جانا، مالی وسائل کی فراہمی اور تیز رفتار پالیسی نافذ کرنے کی صلاحیت اسے بہت آگے لے جا رہی ہے۔ "Made-in-China 2025" منصوبہ چین کے تکنیکی خود کفالت کے عزم کو ظاہر کرتا ہے۔ ساتھ ہی، چین میں تیزی سے AI ٹیکنالوجیز کو مختلف شعبوں میں اپنایا جا رہا ہے، اس کے علاوہ وہاں سیمی کنڈکٹرز کی مقامی صنعت بھی ترقی کر رہی ہے۔ چینی حکومت کا فوجی و شہری ٹیکنالوجی کو یکجا کرنے کا منصوبہ (civil-military fusion) بھی AI میں پیش رفت کو تیز کر رہا ہے۔[9]

تاہم، دونوں ممالک کو چیلنجز کا سامنا ہے۔ امریکہ میں مختلف اداروں کے درمیان AI پالیسی پر ہم آہنگی کی کمی ہے، جس سے پالیسی سازی سست ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ

[8]Kennedy, Mark. "America's AI Strategy: Playing Defense While China Plays to Win." Wilson Center, January 24, 2025. https://www.wilsoncenter.org/article/americas-ai-strategy-playing-defense-while-china-plays-win.
[9]Global Finance. (2023). U.S.-China competition in generative AI. https://gfmag.com/economics-policy-regulation/us-china-competition-generative-ai/

پرائیویسی قوانین اور عوامی ردعمل AI کے نفاذ میں رکاوٹ بنتے ہیں، خاص طور پر صحت، تعلیم اور دفاع جیسے حساس شعبوں میں- دوسری جانب، چین کو بنیادی تحقیق میں کمزوری، غیر ملکی ٹیکنالوجی (خاص طور پر سیمی کنڈکٹرز) پر انحصار اور عالمی سطح پر نگرانی و پرائیویسی کے حوالے سے تنقید کا سامنا ہے- چین کی AI ٹیکنالوجیز پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے الزامات بھی اس کی ساکھ کو متاثر کرتے ہیں-

AI کی اس عالمی دوڑ میں کامیابی اس پر منحصر ہوگی کہ کون سا ملک اپنی اندرونی کمزوریوں کو مؤثر پالیسیوں، سمارٹ سرمایہ کاری اور ٹیکنالوجی کے درست استعمال سے دور کر سکتا ہے- چونکہ دونوں ممالک مسلسل ترقی کر رہے ہیں اور حالات تیزی سے بدل رہے ہیں- اس لیے یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ کون اس دوڑ میں آگے نکلے گا- تاہم، یہ واضح ہے کہ AI کی عالمی قیادت کا دارومدار صرف ٹیکنالوجی پر نہیں بلکہ اس کے دانشمندانہ اور مؤثر استعمال پر ہوگا-[10]

امریکہ اور چین کے درمیان مصنوعی ذہانت کی دوڑ کے عالمی اثرات

امریکہ اور چین کے درمیان جاری AI کی مسابقت نہ صرف دو طاقتور ممالک کے درمیان ٹیکنالوجی کی برتری کی جنگ ہے، بلکہ یہ عالمی نظام کی تشکیلِ نو کا باعث بن رہی ہے- اس دوڑ کے اثرات دنیا بھر کی معیشت، سیاست، معاشرت اور سیکیورٹی پر مرتب ہو رہے ہیں، جس سے بین الاقوامی تعلقات، اتحادوں کی نوعیت اور ٹیکنالوجی سے متعلق فیصلے شدید طور پر متاثر ہو رہے ہیں- ماہرین کے مطابق یہ مقابلہ 20ویں صدی کی ”خلائی دوڑ“ کے بعد سب سے اہم ٹیکنالوجیکل مسابقت ہے، جس کے اثرات کہیں زیادہ گہرے اور طویل المدت ہو سکتے ہیں-

معاشی میدان میں دنیا کے کئی ممالک کو اب دو مختلف ٹیکنالوجی ماڈلز کے درمیان انتخاب کرنا پڑ رہا ہے: ایک امریکی ماڈل جو نجی شعبے، انفرادی آزادی اور انوویشن پر زور دیتا ہے، اور دوسرا چینی ماڈل جو ریاستی کنٹرول، تیزی سے اطلاق اور بڑے پیمانے پر ڈیٹا تک رسائی پر انحصار کرتا ہے- اس انتخاب کے نتیجے میں دنیا میں ”ڈیجیٹل سلک روڈز“ اور ”سلیکون کاریڈورز“ بن رہے ہیں جو اقتصادی بلاکس کی نئی شکلیں ہیں- ابھرتی ہوئی منڈیاں خاص طور پر اس دباؤ کا شکار ہیں، کیونکہ انہیں نہ صرف ٹیکنالوجی کو اپنانے کا فیصلہ کرنا ہے بلکہ ڈیٹا گورننس، سائبر سیکیورٹی اور اقتصادی شراکت داری کے حوالے سے بھی پالیسیز بنانی پڑ رہی ہیں-

دفاعی لحاظ سے AI اسلحہ سازی، نگرانی اور ڈیجیٹل جنگوں کا نیا میدان بن چکی ہے- خودکار ہتھیاروں، سائبر حملوں اور AI پر مبنی انٹیلیجنس سسٹمز کے ذریعے فوجی توازن میں تبدیلی آ رہی ہے- اس کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر تکنیکی معیارات (standards) کا مقابلہ بھی شدت اختیار کر رہا ہے، جس کی وجہ سے دنیا ایک ”Digital Iron Curtain“ کی جانب بڑھ رہی ہے، جہاں دو علیحدہ ٹیکنالوجی نظام ابھر سکتے ہیں- ایک امریکی اثر کے تحت اور دوسرا چینی اثر کے تحت-[11]

تحقیقی اور علمی میدان میں بھی عالمی تعاون کی فضا بدل رہی ہے- یونیورسٹیاں اور ریسرچ انسٹیٹیوٹس اب محتاط ہو چکے ہیں، کیونکہ ٹیکنالوجی ٹرانسفر، انٹیلیکچوئل پراپرٹی اور سلامتی

[10]Michael Craddock, "Inside the US-China Race for Technological Supremacy," Medium, July 6, 2023, https://medium.com/@mcraddock/inside-the-us-china-race-for-technological-supremacy-52cb5c3df063.

[11]Jean Dong and Christoph Nedopil, "AI: China and the US Go Head to Head," The Interpreter, Lowy Institute, February 25, 2025, https://www.lowyinstitute.org/the-interpreter/ai-china-us-go-head-head.

سے جڑے خدشات میں اضافہ ہو گیا ہے- اس کی وجہ سے بین الاقوامی تحقیقی تعاون کی رفتار سست ہو رہی ہے، جو کہ عالمی سطح پر اختراعات کے عمل کو متاثر کر سکتی ہے-

اس کے علاوہ مختلف ممالک اب AI گورننس کے لیے اپنی اپنی ریگولیٹری پالیسیاں تشکیل دے رہے ہیں، جو یا تو امریکہ یا چین کے ماڈل سے متاثر ہیں- اسی طرح عالمی سرمایہ کاری کے رجحانات بھی بدل رہے ہیں، کیونکہ ممالک اب سرمایہ کاری کے فیصلے جغرافیائی سیاسی اثرات اور ٹیکنالوجی اتحادوں کی بنیاد پر کر رہے ہیں- باصلاحیت افراد کی عالمی سطح پر نقل و حرکت بھی متاثر ہو رہی ہے، کیونکہ دونوں ممالک دنیا بھر سے ٹیکنالوجی ماہرین کو اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس سے دوسرے ممالک میں اختراعی صلاحیت کم ہو سکتی ہے-

عالمی حکمرانی کے حوالے سے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی ادارے جو دوسری عالمی جنگ کے بعد تشکیل پائے تھے، وہ اس تیزی سے بدلتی ٹیکنالوجی دنیا سے ہم آہنگ نہیں ہو پا رہے- AI کے محفوظ، اخلاقی اور منصفانہ استعمال کے لیے کوئی جامع اور مؤثر عالمی نظام موجود نہیں، جس سے عالمی سطح پر غیر یقینی صورتحال، خطرات اور بداعتمادی بڑھ رہی ہے- یہی وجہ ہے کہ مختلف خطے اور ممالک اپنی الگ حکمتِ عملیاں اپنا رہے ہیں، جو ایک مزید منقسم اور غیر مربوط عالمی نظام کا پیش خیمہ بن سکتا ہے-[12]

اختتامیہ:

امریکہ اور چین اس وقت مصنوعی ذہانت کے شعبے میں دنیا کی دو بڑی طاقتیں سمجھی جا رہی ہیں اور ان کے درمیان ایک ٹیکنالوجیکل سرد جنگ کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے- امریکہ اس میدان میں کئی دہائیوں سے تحقیق اور ترقی کے عمل میں مصروف ہے، جہاں بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں جیسے گوگل، مائیکروسافٹ، اوپن اے آئی اور دیگر ادارے جدید ترین AI ماڈلز، جیسے چیٹ بوٹس، تصویری تجزیے اور مشین سیکھنے کے نظامات پر کام کر رہے ہیں- امریکہ کو سائنسی برتری، اعلیٰ تعلیمی اداروں اور نجی سرمایہ کاری کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے-

چین نے مصنوعی ذہانت کو اپنی ترقی کی اہم پالیسی بنالیا ہے اور وہ 2030ء تک اس میدان میں دنیا کی قیادت کرنا چاہتا ہے- حکومت کی مکمل حمایت، بہت زیادہ ڈیٹا اور سرکاری و نجی اداروں کے باہمی تعاون کی وجہ سے چین AI میں تیزی سے ترقی کر رہا ہے- Huawei، Baidu اور Alibaba جیسے ادارے بھی اس پر کام کر رہے ہیں- دوسری طرف، امریکہ چین کی AI ترقی کو اپنے لیے خطرہ سمجھتا ہے، اس لیے اس نے چین پر پابندیاں لگائیں اور جدید چپس کی برآمد روکنے کی کوشش کی- لیکن چین ان رکاوٹوں کے باوجود اپنی ٹیکنالوجی خود بنانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ خود کفیل بن سکے-

مجموعی طور پر، یہ دوڑ صرف تکنیکی ترقی تک محدود نہیں بلکہ اس کا اثر عالمی سیاست، معیشت اور فوجی طاقت پر بھی پڑ رہا ہے- مستقبل میں AI نہ صرف ٹیکنالوجی کی بنیاد پر دنیا کی طاقت کا توازن طے کرے گا بلکہ یہ طے کرے گا کہ کس ملک کی اقدار اور نظام دنیا پر غالب آئیں گے- لہٰذا، دیگر ممالک کو بھی اس میدان میں مؤثر حکمت عملی اپنانا ہو گی تاکہ وہ اس مقابلے میں پیچھے نہ رہ جائیں-

☆☆☆

[12] Horizon Advisory, "The Age of AI in U.S.-China Great Power Competition: Strategic Implications, Risks, and Global Governance," Horizon, June 15, 2023, https://behorizon.org/the-age-of-ai-in-u-s-china-great-power-competition-strategic-implications-risks-and-global-governance/#:~:text=The%20U.S.%2DChina%20competition%20in,%2C%20cryptography%2C%20and%20computing%20power.

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی

غلام یلیین

معاشرتی انصاف (Social justice) سے مراد ایسا منصفانہ نظام ہے جس میں تمام افراد کو برابری کے مواقع، بنیادی حقوق اور وسائل کی منصفانہ تقسیم حاصل ہو۔ اس میں نسل، زبان، مذہب، جنس یا طبقاتی تفریق کے بغیر تمام انسانوں کو باعزت زندگی گزارنے کا حق دیا جاتا ہے۔

قانون کی بالادستی (Rule of Law) سے مراد یہ ہے کہ ریاست میں تمام افراد، ادارے اور حکمران خود بھی قانون کے تابع ہوں اور کسی کو قانون سے بالاتر نہ سمجھا جائے۔ قانون سب کے لیے یکساں ہو اور اس پر غیر جانب داری سے عمل درآمد ہو۔

انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود، امن و استحکام اور ترقی کا راز دو بنیادی اصولوں میں مضمر ہے: معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی۔ جب تک معاشرے میں ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک، حقوق کی پاسداری اور قانون کا یکساں نفاذ نہ ہو، تب تک کوئی قوم پائیدار ترقی حاصل نہیں کر سکتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے انصاف اور قانون کو ترجیح دی، وہ بلند ہوئیں اور جنہوں نے ان اصولوں کو نظر انداز کیا، وہ زوال پذیر ہوئیں۔

مشہور مفکرین، اور معاشرتی انصاف (Social Justice) کی تعاریف:

افلاطون (Plato)

”معاشرتی انصاف تب حاصل ہوتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد اپنا مقررہ فریضہ انجام دیتا ہے اور دوسروں کے امور میں دخل نہیں دیتا“۔[1]

افلاطون کے مطابق، ایک مثالی ریاست میں انصاف اس وقت قائم ہوتا ہے جب حکمران، سپاہی اور کاریگر اپنے اپنے کام سرانجام دیں اور دوسرے کے کام میں دخل نہ دیں۔

امام غزالی

”عدل و انصاف ایک ایسا معیار ہے جس سے انسانوں کے مابین توازن قائم ہوتا ہے اور جس سے ہر فرد کو اس کا حق دیا جاتا ہے“۔[2]

امام غزالیؒ کے مطابق عدل صرف قانون کی سطح پر نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی پہلوؤں میں بھی ضروری ہے۔

جان رالز (John Rawls)

”معاشرتی انصاف کا مطلب ہے کہ معاشرے کے بنیادی ڈھانچے اس طرح منظم ہوں کہ وہ سب سے زیادہ فائدہ کمزور طبقے کو پہنچائیں“۔[3]

جان رالز نے ”Justice as Fairness“ کا تصور دیا، جس میں انصاف کو مساوی مواقع، آزادی اور بنیادی حقوق کی فراہمی کے ساتھ جوڑا گیا۔

قانون کی بالادستی (Rule of Law) اور مختلف مفکرین کی تعریفیں:

الفارابی (Al-Farabi)

الفارابی نے اپنی تصانیف میں سیاسی فلسفہ اور حکومت کے اصولوں پر بات کی۔ اس کے مطابق، قانون کی بالادستی کا مقصد انصاف کی فراہمی ہے اور حکمران کو اپنی طاقت کو قانون کے تابع رکھتے ہوئے عوامی مفاد میں فیصلے کرنے چاہئیں۔

---

[1]Plato, The Republic, Book IV

[2]امام غزالی، احیاء علوم الدین

[3]Rawls, John. A Theory of Justice. Harvard University Press, 1971.

الفارابی کے نزدیک، قانون کا اصل مقصد انسانی فلاح ہے اور حکومتی طاقت کو بھی اس کے مطابق چلنا چاہیے۔[4]

ابن تیمیہ (Ibn Taymiyyah)

ابن تیمیہ نے اپنے فقہی اور سیاسی نظریات میں قانون کی بالادستی پر زور دیا۔ ان کے مطابق، شریعت کا قانون تمام حکومتی فیصلوں پر فوقیت رکھتا ہے اور حکومت کو شریعت کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمران کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا جاسکتا اور اس کی طاقت کو عوام کے مفاد میں استعمال کرنا چاہیے۔[5]

دین اسلام میں معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام کا ایک بنیادی اصول "عدل و انصاف" ہے، جو معاشرتی فلاح و بہبود، امن و سلامتی اور قانون کی بالادستی کی بنیاد ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بارہا عدل و انصاف کے قیام اور قانون کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔

عدل و انصاف کا قرآنی تصور:

عدل اللہ کا حکم ہے:

"وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ"[6]

"تول کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور میزان میں کمی نہ کرو"۔

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ انصاف نہ صرف انسانی معاملات بلکہ کائناتی نظام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی حکم دیا کہ وہ اپنے معاملات میں عدل کو قائم رکھے۔

عدل سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ"[7]

"بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

یہ آیت کریمہ عدل کے اعلیٰ درجے کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ ہے بلکہ اللہ کی محبت کا سبب بھی ہے۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ"[8]

"اے ایمان والو! عدل کے ساتھ قائم رہنے والے بنو، اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے، خواہ وہ خود تمہارے خلاف ہو یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف"۔

یہ آیت کریمہ معاشرتی انصاف کی اعلیٰ مثال ہے کہ انصاف کے قیام میں رشتہ داری یا ذاتی مفاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

قانون کی بالادستی:

"وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ"[9]

"اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں"۔

یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے کہ قانون کی بالادستی نہ صرف اہم بلکہ ایمان کا تقاضا ہے۔

حضور نبی کریم (ﷺ) کا عمل:

ام المومنین حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تم سے پہلے قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان کا کوئی معزز چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اُسے سزا دیتے۔ اللہ کی

---

[4] الفارابی میدانی حکومت (Al-Madina al-Fadhila)

[5] ابن تیمیہ، السیاسہ الشرعیہ (Al-Siyasah al-Shar'iyyah)

[6] (الرحمن:9)

[7] (المائدہ:42)

[8] (النساء:135)

[9] (المائدہ:44)

قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"۔[10]

یہ حدیث پاک رسول اکرم (ﷺ) کے قول و فعل سے قانون کی بالادستی اور مساوات کی بہترین مثال ہے۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"لوگوں کو اُن کے حقوق دینا ہی عدل ہے اور عدل کے بغیر حکومت ظلم ہے"۔

اسی طرح آپ کا قول ہے:

"اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر گیا، تو مجھے اس کا جواب دینا ہو گا"۔

یہ اقوال اسلامی معاشرت میں قانون کی بالادستی اور انصاف پسندی کی عملی تصویر ہیں۔[11]

عدل سے معاشرے میں اطمینان، امن اور بھائی چارہ قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ"[12]

"اور ہر گز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے"۔

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی نہ صرف اسلامی نظام کا بنیادی ستون ہے بلکہ ہر فرد، طبقے اور حکمران پر اس کا نفاذ یکساں اور لازمی ہے۔ معاشرے کی فلاح و بقاء عدل کے بغیر ممکن نہیں اور جہاں انصاف نہیں، وہاں انتشار، ظلم اور تباہی مقدر بن جاتی ہے۔

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی کی تاریخی اہمیت:

قدیم تہذیبوں میں معاشرتی انصاف کا تصور انسانی تہذیب کے ابتدائی ادوار سے موجود ہے۔ بابلی دور میں بادشاہ حمورابی (Hammurabi) نے 1754ء قبل مسیح میں ایک جامع قانون (Hammurabi's Code) مرتب کیا، جس کا مقصد انصاف کی فراہمی اور معاشرتی توازن قائم کرنا تھا۔ اس کو انسانی تاریخ کا پہلا تحریری قانونی مجموعہ قرار دیا جاتا ہے۔

مصری تہذیب میں ماعت (Ma'at) نامی دیوی کو انصاف کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح قدیم چین میں "کنفیوشس" نے معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی ذمہ داریوں پر زور دیا۔[13]

یونانی اور رومی فلسفہ:

یونانی فلسفی افلاطون نے اپنی کتاب The Republic میں ایک مثالی ریاست کا خاکہ پیش کیا، جس کی بنیاد انصاف پر رکھی گئی۔ ارسطو کے نزدیک انصاف وہ عنصر ہے جو فرد اور ریاست کے درمیان توازن قائم رکھتا ہے۔ رومی تہذیب میں بھی انصاف کے اصولوں کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔[14]

اسلام نے معاشرتی انصاف کو ایک بنیادی اصول قرار دیا۔ حضور نبی کریم (ﷺ) نے مدینہ منورہ میں جو ریاست قائم کی، وہ معاشرتی انصاف کا عملی نمونہ تھی۔ معاہدۂ مدینہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر اقوام کو مساوی شہری حقوق دیے گئے۔[15]

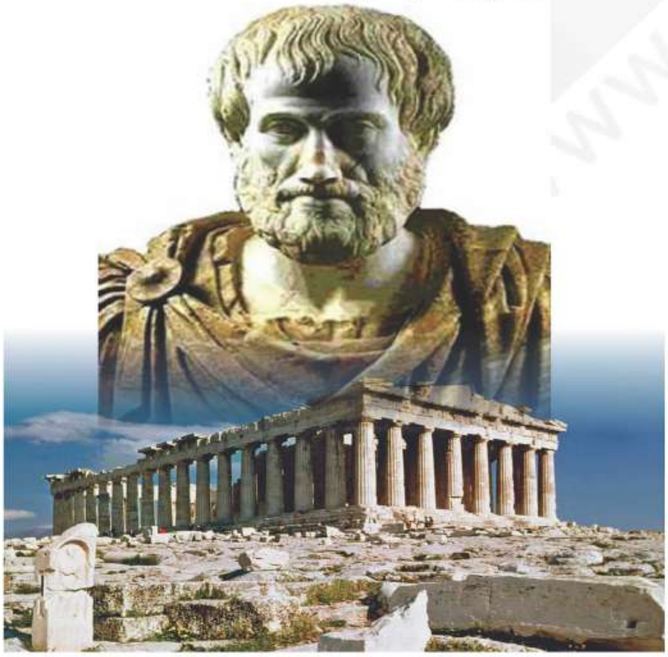

[10] (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6788)

[11] (نہج البلاغہ، خطبہ: 216)

[12] (ابراہیم: 42)

[13] Roth, Martha T. Law Collections from Mesopotamia and Asia Minor, 1995.
Allen, James P. Middle Egyptian: An Introduction to the Language and Culture of Hieroglyphs, 2000.

[14] Plato, The Republic, Trans. G. M. A. Grube, 1992.
Nicholas, Barry. An Introduction to Roman Law, 1962.

[15] Watt, W. Montgomery. Muhammad at Medina, Oxford Univerisity press 1956

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی و آئین پاکستان

پاکستان کے آئین میں معاشرت:

سماجی انصاف (Social Justice) اور قانونی بالادستی (Rule of Law) کو بنیادی اصولوں اور شہری حقوق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آئینِ پاکستان 1973ء میں ان تصورات کو مختلف شقوں (Articles) میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

تمہید (Preamble)

آئین کی تمہید میں ہی ان اصولوں کی بنیاد رکھ دی گئی ہے کہ:

"ریاست عوام کو جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کے مطابق، جیسا کہ اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، زندگی بسر کرنے کے قابل بنائے گی"۔

یہ تمہید پورے آئین کی روح کو ظاہر کرتی ہے کہ ریاست کا مقصد ایک ایسی فلاحی اسلامی ریاست قائم کرنا ہے جو معاشرتی انصاف اور قانونی بالادستی پر قائم ہو۔

آرٹیکل A2 – اسلامی دفعات (Objective Resolution کا حصہ بننا)

"قراردادِ مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ بنایا گیا ہے"۔

"... جس میں انسانوں کو ان کے سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق فراہم کیے جائیں گے اور جہاں اقلیتوں کو اپنی ثقافت، مذہب، عبادات کی آزادی حاصل ہو گی"۔

یہ آرٹیکل بنیادی انسانی حقوق، معاشرتی انصاف اور قانونی مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔

3. آرٹیکل 4– قانون کے تحفظ کا حق

(Right of individuals to be dealt with in accordance with law)

"ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے اور اسے قانونی تحفظ حاصل ہو"۔

یہ آئینی ضمانت دیتی ہے کہ کسی بھی فرد کو قانون سے ماورا سزا یا سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ "Rule of Law" کی بنیاد ہے۔

4. آرٹیکل 8 تا 28– بنیادی حقوق

(Fundamental Rights)

یہ تمام دفعات معاشرتی انصاف اور قانونی مساوات پر زور دیتی ہیں، مثلاً:

آرٹیکل 9– زندگی اور آزادی کا تحفظ

"کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا، سوائے قانون کے مطابق"۔

آرٹیکل 10– گرفتاری اور نظر بندی کے خلاف تحفظ

آرٹیکل 25– مساوات کا حق

"تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانون کا مساوی تحفظ رکھتے ہیں"۔

یہ دفعات انصاف کی فراہمی، قانون کی بالادستی اور ہر فرد کے لیے برابری کی ضمانت دیتی ہیں۔

5. آرٹیکل 37– فلاحی اصولوں پر عمل

(Promotion of Social Justice and Eradication of Social Evils)

ریاست کی یہ ذمہ داری ہو گی کہ وہ:

(a) انصاف اور مساوات کے اصولوں کے مطابق معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کرے

(b) سماجی انصاف کو فروغ دے

یہ شق ریاست کو پابند کرتی ہے کہ وہ معاشرتی انصاف کو فروغ دے اور طبقاتی ناہمواری ختم کرے۔

6. آرٹیکل 38– عوامی فلاح و بہبود

(Promotion of Social and Economic Well-being of the People)

"ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ:

(a) عوام کو بنیادی ضروریاتِ زندگی (خوراک، رہائش، تعلیم، علاج) میسر ہوں

(b) دولت و ذرائع پیداوار کی تقسیم چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہو"۔

معاشرتی ناانصافی اور لاقانونیت کے نقصانات:

جب کسی ریاست یا معاشرے میں معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی نہ ہو، تو اس کے نتیجے میں انفرادی، اجتماعی، معاشی اور سیاسی سطح پر تباہ کن نقصانات سامنے آتے ہیں۔

جب معاشرتی انصاف ختم ہوتا ہے تو امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے، جس سے نفرت، حسد اور دشمنی جنم لیتی ہے۔

"كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ"[16]

"تاکہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گھومتی رہے"۔

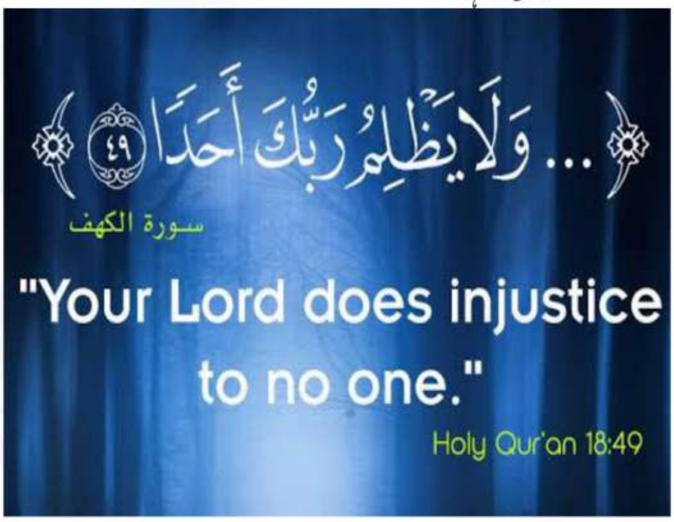

جب محروم طبقات کو انصاف نہ ملے تو وہ ریاستی نظام سے بدظن ہو جاتے ہیں، جو آخرکار بغاوت اور خانہ جنگی کا سبب بن سکتا ہے۔

جب قانون کمزور ہو تو طاقتور طبقہ قانون سے بالاتر ہو جاتا ہے اور انصاف صرف طاقتور کیلیے مخصوص ہو جاتا ہے۔ جہاں قانون کی بالادستی نہ ہو وہاں ظالم کو کھلی چھوٹ مل جاتی ہے اور مظلوم کو کوئی پناہ نہیں ملتی۔

"وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"[17]

"ظالموں کی طرف جھکاؤ بھی اختیار نہ کرو، ورنہ تمہیں عذاب پکڑ لے گا"۔

قانونی نظام کمزور ہونے کی صورت میں حکومتیں غیر مستحکم ہو جاتی ہیں، جس سے سرمایہ کار بھاگ جاتے ہیں، معیشت گرتی ہے اور عالمی سطح پر بدنامی ہوتی ہے۔

حرفِ آخر:

اسلام اور جدید قانونی تعبیرات، دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ معاشرتی انصاف اور قانونی بالادستی کسی بھی ریاست کے لیے زندگی کی مانند ہیں۔ اگر یہ اصول ٹوٹ جائیں تو معاشرہ اندر سے کھوکھلا، ظالموں کا گڑھ اور مظلوموں کا قبرستان بن جاتا ہے۔

معاشرتی انصاف اور قانونی بالادستی وہ دو ستون ہیں جن پر کوئی بھی ترقی یافتہ، مستحکم اور خوشحال ریاست قائم ہو سکتی ہے۔ ان اصولوں کی موجودگی معاشرتی امن، معاشی ترقی، عدالتی انصاف اور انسانی وقار کی ضمانت ہے۔

معاشرتی انصاف اور قانون کی بالادستی نہ صرف ایک مثالی ریاست کی بنیاد ہیں بلکہ انسانی بقا، سلامتی اور ترقی کے ضامن بھی ہیں۔ تاریخ نے ہمیں بارہا سکھایا ہے کہ عدل و قانون کے بغیر کوئی معاشرہ دیرپا نہیں ہو سکتا۔ آج کی دنیا میں بھی اگر اقوام ترقی اور امن چاہتی ہیں تو انہیں انہی دو اصولوں کو بنیاد بنانا ہو گا۔ اسلامی تعلیمات، قدیم و جدید تہذیبیں اور عالمی معاہدے ان کی اہمیت پر متفق ہیں۔

☆☆☆

[16] (الحشر:7)

[17] (ھود:113)

فوڈ سیکورٹی

اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر جاوید حسین
شعبہ علم نباتات کوٹلی یونیورسٹی، آزاد جموں و کشمیر

ترقی پذیر ملک ہونے کی وجہ سے، وسائل کی کمی اور مسلسل کئی سالوں سے سماجی، اقتصادی اور سیاسی محاذوں پر مسائل کا شکار ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بھی فوڈ سیکورٹی کے چیلنجز کا سامنا ہے۔ پاکستان نے گزشتہ چند دہائیوں میں خوراک کی پیداوار میں نمایاں ترقی کی ہے۔ پاکستان اس وقت گندم کی پیداوار میں آٹھویں، چاول میں دسویں، گنے کی پیداوار میں پانچویں اور دودھ کی پیداوار میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اس کے باوجود، آبادی میں اضافے، تیزی سے بڑھتی ہوئی شہری آبادی، کم قوت خرید، قیمتوں میں زیادہ اتار چڑھاؤ اور خوراک کی تقسیم کے غیر مؤثر نظام کی وجہ سے فوڈ سیکورٹی اب بھی ایک اہم چیلنج ہے۔

پچھلی دو دہائیوں میں، پاکستان کو بہت سے قدرتی جھٹکوں اور خود ساختہ بحرانوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، جن میں 2005ء میں تباہ کن زلزلہ، 2010، 2011 اور 2014 کے سیلاب، شہری مراکز میں سیکورٹی کے مسائل، توانائی کا بحران، عسکریت پسندانہ سرگرمیوں اور فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں 30 لاکھ سے زائد افراد کا بے گھر ہونا، معاشی سرگرمیوں کی سست روی اور آئی ایم ایف کی اسٹینڈ بائی سہولت کے تحت عام سبسڈیز کو ترک کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام بحرانوں نے پاکستان میں ایک عام گھرانے کی فوڈ سیکورٹی کی سطح کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

اشیائے خوردونوش کی قیمتوں کے بحران میں پاکستان کا شمار بھی صف اول کے ممالک میں آتا ہے۔ ایسے طبقات خاص طور پر زیادہ متاثر ہوتے ہیں جن کی قوت خرید پہلے ہی کم تھی۔ گلوبل فوڈ سیکورٹی انڈیکس 2022ء میں پاکستان 84 نمبر پر جبکہ انڈیا 68 نمبر پر ہے۔ پاکستان کی تقریباً 68 فیصد آبادی بنیادی طور پر اس طرح غذائی ایڈ جسٹمنٹ کی متحمل نہیں ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنی کوئی ترجیحات بنا سکیں۔

فوڈ سیکورٹی کی تعریف 1996ء کی ورلڈ فوڈ سمٹ میں کچھ اس طرح سے تجویز کی گئی:

"فوڈ سیکورٹی ایک ایسی صورت حال ہے جس میں تمام لوگوں کو، ہر وقت، جتنی ضرورت ہو، محفوظ اور غذائیت سے بھرپور خوراک تک جسمانی، سماجی اور اقتصادی طور پر رسائی حاصل ہو جو ان کی ایک فعال اور صحت مند زندگی کی غذائی ضروریات اور خوراک کی ترجیحات کو پورا کرتی ہو"۔

فوڈ سیکورٹی قومی سلامتی کا وہ لازمی جزو ہے جو قوم کی صحت اور سلامتی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ریاست کے تمام اہم امور مثلاً سماجی، اقتصادی اور دفاعی بہترین طریقے سے چل سکتے ہیں۔ فوڈ سیکورٹی خود انحصاری کو بڑھاتی ہے۔ خوراک کی درآمدات پر بہت زیادہ انحصار ریاست کو کمزوریوں اور خطرات سے دوچار کرتا ہے۔ دنیا بھر میں 840 ملین سے زیادہ افراد غذائی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ غذا کی کمی طاقت اور ذہانت کو کمزور کرتی ہے اور معصوم جانوں خاص طور پر بچوں کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ قومی غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے، پچھلی دہائی میں بعض ممالک دوسرے ممالک میں فصلیں اگانے اور مویشی پالنے کے لئے لاکھوں ایکڑ اراضی لیز پر لے رہے ہیں، جسے "لینڈ گریب" کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ "زرعی نوآبادیات" اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک میں انسانی تاریخ میں استحصال کے ایک نئے باب کے اضافہ کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

غذائیت سے بھرپور خوراک تک گھرانوں کی بڑی تعداد کی محدود رسائی مشکل ہو رہی ہے- پاکستان میں غذائی قلت کا مجموعی پھیلاؤ تقریباً 18 فیصد عوام تک ہے جس میں 50 فیصد سے زائد 5 سال سے کم عمر کے بچے رکی ہوئی نشونما (stunted growth) کا شکار ہیں- وزارت صحت اور یونیسیف کے نیشنل نیوٹریشنل سروے 2018ء کے مطابق، ملک کے 37 فیصد گھرانے ”غذائی عدم تحفظ“ کا شکار ہیں- 18 فیصد ”شدید غذائی عدم تحفظ“ کے زمرے میں آتے ہیں- پاکستان کے زمینی اور پانی کے وسائل پر دباؤ مسلسل زیادہ ہوتا جارہا ہے- پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اسے موسمیاتی تبدیلی کے خطرات سے نمٹنے کے لیے ایک مضبوط زرعی شعبہ تعمیر کرنے کی ضرورت ہے-

حضور (ﷺ) کی ذاتِ اقدس اور فوڈ سیکورٹی

حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذات اقدس میں تمام محاسن علی وجہ الکمال مجتمع ہیں- فضیلت نبوت و رسالت، رؤیت و قرب رب تعالیٰ، شفاعت، مقام محمود، عرب و عجم کی طرف بعثت، کوثر، ذکر کی بلندی اور آپ کو ایسا علم عطا فرمانا کہ اس کو سوائے اس علم کے عطا کرنے والے اور اس سے فضیلت دینے والے (خدا) کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا- اللہ پاک نے متعدد مقامات پر حضور نبی کریم (ﷺ) کا ”نور اور روشن چراغ“ نام رکھا ہے- چنانچہ فرمایا: ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب“-

زیر نظر مضمون میں فوڈ سیکورٹی کے حوالے سے نبی پاک (ﷺ) کا جامع، خوبصورت اور مکمل نقطۂ نظر پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے- مسلمان دنیا کی آبادی کے تقریباً پانچویں حصے کی نمائندگی کرتے ہیں اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں اور دنیا کی آبادی کے لیے فوڈ سیکورٹی کے موجودہ اور آنے والے وقت کے مسائل کو کیسے حل کر سکتا ہے-

فوڈ سیکورٹی، جملہ حیات ارضی، اور رحمت للعالمین

حضور پاک (ﷺ) کی فوڈ سیکورٹی پیراڈائم توحید، نیابت اور امانت کے تصورات سے پیوستہ ہے- فطرت کے مقاصد انسان کی بنیادی ضروریات سے کہیں زیادہ ہیں- تمام مخلوقات کی حیات اسی سے وابستہ ہے- اللہ پاک سورہ الحجر میں یاد دلاتے ہیں: ”اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے“- فطرت میں حیرت انگیز حیاتیاتی تنوع تمام مخلوقات کی حیات کا ضامن ہے- اسی لیے نبی پاک (ﷺ) کو ”تمام مخلوقات کیلئے رحمت“ قرار دے کر تمام مسلمانوں پر بھی یہی ذمہ داری عائد کی کہ وہ بھی تمام مخلوقات کے لیے اسی طرح رحمت کا باعث بنیں- زمین کی جملہ حیات اور حقیقی انسانی فلاح کو ممکن بنانا مسلمان کا مقصد حیات ہے- تب ہی مسلم دنیا اس حقیقت کی کامل عکاسی کر سکتی ہے جو قرآن مجید آقا پاک (ﷺ) کے بارے میں فرماتا ہے:

”اور ہم نے آپ (ﷺ) تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا“-[1]

فوڈ سیکورٹی کے تین قطب

فوڈ کی سیکورٹی ایک تین کونوں والی مثلث سے وابستہ ہے جس کا ایک سرا فرد، دوسرا ریاست اور تیسرا ارضی حیاتیاتی تنوع ہے-

فرد کو اللہ پاک نے نیابت کے تاج سے نوازا ہے اور اس کی تخلیق کی اپنے کلام میں جابجا تحسین فرمائی ہے- انسان کو اللہ پاک نے عظیم امانت عطا فرمائی ہے- تمام مخلوقات ارضی کی محافظت اس امانت کا حصّہ ہے- قرآن مجید کی نظر میں اس جہاں کے تمام وسائل اللہ پاک کی ملکیت ہیں جو انسان کو امانت کے طور پر عطا فرمائے گئے ہیں- آپ (ﷺ) نے قدرتی وسائل کی قدر دانی اور تحفّظ کی تعلیم دی

[1](الانبیاء:107)

اور تحسینیات (refinements)- ان میں وہ تمام چیزیں اور خدمات شامل ہیں جو کسی خاص ضرورت کو پورا کریں، کسی مشکل کو کم کریں اور ذہنی سکون اور خوشی فراہم کر کے انسانی فلاح و بہبود میں حقیقی تبدیلی لا سکیں- شریعت رہنمائی فرماتی ہے کہ ضروریات کی تکمیل فرد کی اپنی کوشش سے ہونی چاہیے- اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے لیے روزی کمانا ہر مسلمان کا ذاتی فریضہ ہے- لہٰذا یہ ایک مسلم معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری (فرض کفایہ) ہے کہ وہ معیشت کو اس طرح سے چلائے کہ ہر ایک کو اپنی صلاحیت اور کوشش کے مطابق ایمانداری سے زندگی گزارنے کا مناسب موقع ملے- آمدنی میں حد سے زیادہ تفاوت کچھ لوگوں کو معاشرے میں نیچے لے جاتی ہے- عدم مساوات کو کم کرنے کیلیے مؤثر تدابیر کا فقدان اخوت کے ان جذبات کو فروغ دینے کی بجائے تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے جسے اسلام فروغ دینا چاہتا ہے- لہٰذا، اسلام غربت کو دور کرنے اور ہر ایک کی ضروریات کو پورا کرنے کا تقاضا کرتا ہے- غربت اسلامی تعلیمات میں پیوست انسانی وقار کے ہدف سے متصادم ہے- تاہم، غربت کا خاتمہ بنی نوع انسان کے اختیار میں تمام وسائل کے مؤثر اور منصفانہ استعمال کے بغیر ممکن نہیں ہے- یہ تمام وسائل اللہ پاک کی طرف سے امانت ہیں اور ان کا استعمال اس طرح ذمہ داری سے کیا جائے کہ تمام انسانیّت کی ضروریات پوری ہوں-

فوڈ سیکورٹی اینڈ اسلامک انسٹیٹیوشن آف چیریٹی

اسلام میں روزمرہ کے معمولات میں فوڈ سیکورٹی کو بہت اہمیت اور وزن حاصل ہے- سورہ الماعون میں ان الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے: ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے- اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا“- اس حق کو بلند ترین سطح پر لے جاتے ہوئے اسلام نے سماجی تحفظ کو زکوٰۃ کی صورت میں اسلام کا تیسرا ستون بنایا اور خیرات کو ایک باقاعدہ نظام کی صورت دی جو کہ خیرات، صدقہ اور زکوٰۃ پر مشتمل ہے- ہنگامی تحفظ فراہم کرنے کا بنیادی انحصار زکوٰۃ پر ہے- جو مسلمان اس کی ادائیگی سے انکار کرے وہ فاسق ہے- زکوٰۃ کی شرح شریعت خود طے کرتی ہے- زکوٰۃ دینے والا مستحق پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ صرف اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے- ریاست خود زکوٰۃ جمع کر کے اپنے کارکنوں کے ذریعے غرباء کو ادا کر سکتی ہے- کچھ دیتے اور بانٹتے ہوئے اصل ضرورت مندوں کی تلاش کی ذمہ داری دینے والے پر ہے- مسلمانوں کی طرف سے بانٹنا اور دینا اللہ کا قرض ہے اور اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کو اس کا بدلہ کئی طرح سے عنایت فرماتا ہے- دینے والا اپنے رزق میں سے وہ حصہ دے گا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہو-

حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ:

”ایک آدمی نے رسول اللہ (ﷺ) سے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو“-[4]

”سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ (ﷺ) کے نزدیک وہ ہے جو مل کر کھایا جائے یعنی اس کھانے پر زیادہ ہاتھ پڑیں“-[5]

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا، رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے ایک تو اس پر جسے اللہ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا“-[6]

[4](صحیح بخاری، رقم الحدیث:6236)

[5](الشفاء للقاضی عیاض مالکی)

[6](صحیح بخاری، رقم الحدیث:5025)

انسان سے فوڈ سیکورٹی کے حوالے سے مطلوبہ اقدار

انواع و اقسام کی تمام حیات اللہ پاک نے ہی پیدا فرمائی ہے اور اس کو انسانیت کو ایک امانت کے طور پر سپرد کیا ہے- اس طرح اس تمام حیات کی اچھی سرپرستی تعلیمات مصطفےٰ (ﷺ) کی روشنی میں انسان کے ذمہ آتی ہے- اللہ پاک نے انسانوں کو زمین پر اپنے نمائندے کے طور پر مقرر فرمایا ہے اور یہ انسانیت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی مخلوق کا تحفّظ کرے- انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ دانائی اور حکمت سے زندگی کے تمام تر مسائل کو سمجھے اور ترقی کرنے کیلیے مطلوبہ سائنسی علم و حکمت حاصل کرے[7]- تمام حیات ایک کمیونٹی کی مثل ہے[8] اور انسان کو اس توازن میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے-

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

”جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حقدار ہے“-[9]

رحمت دو عالم (ﷺ) کا یہ فرمان مبارک زمین کی دیکھ بھال اور اس کی ہریالی کو محفوظ رکھنے کیلیے ہر موقع سے فائدہ اٹھانے اور صحیح اور دانشمندانہ استعمال کی تعلیم دیتا ہے-

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

”کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرندیا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے“-[10]

آپ (ﷺ) نے درخت لگانے، بیج پھیلانے اور خشک مٹی کو پانی دینے جیسے افعال کو صدقے کا درجہ عطا فرمایا- یہ اعلیٰ ماحولیاتی نظریات آپ کی ذات اطہر میں ایک عظیم سائنسدان اور ماہر ماحولیات کی عکاسی کرتے ہیں- مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام وسائل بشمول خوراک کے ایک توازن سے اپنے استعمال میں لائے- خوراک کے حوالے سے کاشت اور مٹی کے انتخاب سے لے کر؛ خالص خوراک کے ذخیرہ کرنے؛ اور اس کا سمجھداری سے استعمال کرنے تک، اس کے تمام مراحل میں بہترین معیار کو یقینی بنانا چاہیے- مسلمان کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے- رسول اللہ (ﷺ) کے فرمان مبارک کے مطابق:

”وہ شخص کامل مومن نہیں جو رات کو پیٹ بھر کر سوئے لیکن اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اسے اس کی خبر نہ ہو“-[11]

جب بھی آپ (ﷺ) نے کسی کو ضرورت مند پایا، خواہ وہ کم حیثیت یا غریب کیوں نہ ہو، آپ (ﷺ) اپنی یا اپنے گھر والوں کی بجائے پہلے اس کی ضرورت کو ترجیح دیتے- اسی سبب آپ (ﷺ) نے کل کے لیے کبھی کچھ نہیں بچایا-

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں گے تو سب کے لیے رزق میسر ہو گا اور معاشرے کی ضروریات کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس میں وسعت آئے گی- تعلیماتِ مصطفےٰ (ﷺ) قدرتی ماحول کی حالت کو انسان کے اعمال سے جوڑتی ہیں- اگر اعمال اچھے ہوں گے تو قدرتی ماحول کی حالت بھی ٹھیک ہو گی- سورہ الاعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے کیے پر گرفتار کیا“-

انسان کو اللہ پاک کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر گزار ہونا چاہیے- اللہ پاک سورہ الاعراف میں مزید فرماتے ہیں:

”اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو“-

فوڈ سیکورٹی آج انسان کے چند بڑے مسائل میں سے ایک ہے- خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ (ﷺ) کی مبارک زندگی میں ہماری ہر مشکل کا حل موجود ہے- فوڈ سیکورٹی کے حوالے سے ہمیں تعلیماتِ مصطفےٰ (ﷺ) سے بہترین رہنمائی مل

---

[7] (السجدہ:27، التوبہ:122)

[8] (الانعام:36)

[9] (صحیح بخاری، رقم الحدیث:2335)

[10] (صحیح بخاری، رقم الحدیث:2320)

[11] (الأدب المفرد، رقم الحدیث:112)

سکتی ہے-انسانی خوراک کے تحفّظ کا دار و مدار فرد، ریاست، اور بائیوڈائیورسٹی میں ہے-فرد اپنے آپ کو اللہ پاک کا نائب تصوّر کرتے ہوئے مخلوقات ارضی کی نگہبانی کرے- اپنے اس مقام و مرتبے جس کی قران مجید نے تحسین فرمائی ہے کی حفاظت کرتے ہوئے انسانیّت کی فلاح کیلئے اپنی طرف سے ممکن حصّہ ڈالے- ایک طرف، فوڈ سیکورٹی اور اس کی ہم آہنگی کی بنیادی ذمہ داری ریاستی قیادت کے کندھوں پر آتی ہے-دوسری طرف ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی روزی بشمول خوراک کے حصول کیلیے کام کرے- اس لیے خوراک کی پیداوار، پروسیسنگ، تقسیم، ذخیرہ اندوزی اور دیگر متعلقہ کاموں میں تمام مسلمانوں کو ایمان داری سے حصّہ لینا چاہئے-

پیغمبرِ اسلام (ﷺ) کی متعدد احادیث مبارکہ زمین کی ملکیت اور زرعی پیداوار کی منصفانہ تقسیم کی اہمیت سے متعلق ہیں-کاشتکاری زیادہ مؤثر طریقے سے کی جائے-رحمت دوعالم (ﷺ) نے زمین، جنگلات اور حیوانات کے تحفظ کے لیے پروٹیکٹڈ ایریاز قائم فرمائے- مدینہ منوّرہ کے جنوب میں آپ (ﷺ) نے 12 میل کے دائرے میں ایک پروٹیکٹڈ ایریا قائم فرمایا جہاں سے درختوں اور پودوں کا کاٹنا اور مخصوص اوقات میں شکار کو ممنوع قرار دیا- ان محفوظ علاقوں کا قیام ماحولیاتی تحفظ، زرعی زمینوں اور قدرتی وسائل کے پائیدار استعمال اور انتظام کے لیے فرمایا گیا-

آج اس امر کی ضرورت ہے کہ آقا پاک (ﷺ) کی اس بصیرت سے رہنمائی لیتے ہوئے ہماری ریاستیں نایاب بائیو ڈائیورسٹی کو محفوظ بنانے کے اقدامات کریں- شجر کاری کے حوالے سے مصطفٰے کریم (ﷺ) کے فرمان مبارک ”قیامت کے دن بھی جس کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو تو وہ اسے لگا لے“[12] سے ہمیں روشنی لینی چاہیے-

دنیا کی تقریباً 39 فیصد زمین کو انسان مویشیوں، فصلوں اور شہری علاقوں کیلئے استعمال کرتا ہے- باقی ماندہ 61 فیصد زمین اس طرح کے استعمال کے لئے موزوں نہیں ہے- نبی پاک (ﷺ) کا فرمان مبارک ہے:

”میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے - اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے“-[13]

ان الفاظ کے ساتھ آپ (ﷺ) نے زمین کی مقدس نوعیت واضح فرمائی ہے-ہوا اور پانی کی طرح زمین اور مٹی ہر قسم کی بقا کے لیے ضروری ہیں- اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہمارے اور دیگر جانداروں کے لیے رزق اور روزی کا ذریعہ بنایا ہے- لیکن دوسرے قدرتی ماحول کی طرح زمین بھی تنزلی کا شکار ہو رہی ہے- زمین کی سطح کا تقریباً 73% حصہ انسانی سرگرمیوں

سے بہت زیادہ تنزلی کا شکار ہے- زرعی علاقوں میں کل زرعی اراضی کا تقریباً 69 فیصد شدید متاثر ہو چکا ہے- اس صورت حال کو بہتر بنانے کیلئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے- آپ (ﷺ) نے نہ صرف زرخیز زمینوں کے پائیدار استعمال کی حوصلہ افزائی کی بلکہ غیر استعمال شدہ زمین کے مفید استعمال کی بھی تعلیم دی- ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رسول اللہ (ﷺ) کھجور کے باغات اور درخت لگانے کا اہتمام فرماتے تھے- آپ (ﷺ) نے درخت لگانے کی تحسین فرمائی ہے اور اسے صدقہ جاریہ قرار دیا- آقا کریم (ﷺ) نے وسائل کو انسانوں میں آپس میں بانٹ کر استعمال کرنے کی تعلیم دی ہے- زکوٰۃ، صدقات اور خیرات سے کمزوروں اور پیچھے رہ جانے والوں کی مدد کی تلقین فرمائی-

☆☆☆

[12] (الادب المفرد، رقم الحدیث: 479)

[13] (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ)

مسافر، مریض اور معذور کی نماز کا بیان

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

مسافر کی نماز کا بیان:

"وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ"[1]

"اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو پڑھو)"۔

حضرت یعلی بن اُمیہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے عرض کی کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا (نماز قصر کرو اگر تم کو کافروں سے فتنہ کا خوف ہو)، اب تو لوگ امن کی حالت میں ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: مجھے بھی یہ شبہ پیش آیا تھا جو تمہیں پیش آیا ہے تو میں نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت اقدس میں عرض کیا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (سفر میں تخفیف نماز کا) صدقہ کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرو"۔[2]

شرعی طور پر مسافر وہ ہے جو تین دن اور تین راتوں تک چلنے کا ارادہ کرے، اس کو فقہائے کرام نے عوام کی آسانی کے لیے 16 فرسخ یا 48 میل یا 77.25 کلو میٹر کے ذریعے بیان کیا ہے۔ اور یہ مقدار بخاری شریف کی اس روایت سے ماخوذ ہے کہ:

"حضرت عبد اللہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) اور حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) 4 برید کی مسافت پر نماز کی قصر کیا کرتے تھے، اور 4 برید 16 فرسخ کے برابر ہوتے ہیں"۔[3] 1 فرسخ 3 میل کے برابر ہوتا ہے اور یوں مسافر شرعی کی حد 48 میل بنتی ہے، تو 48 کی مسافت میل کے اعتبار سے ہیں اور 77.25 کی مسافت کلومیٹر کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص 48 میل (77.25 کلومیٹر) یا اس سے زیادہ سفر کے ارادے سے روانہ ہو اور اپنے شہر / قصبے کی آبادی سے نکل جائے تو وہ شرعی مسافر کہلاتا ہے۔

نوٹ: بعض فقہاء نے 80 کلو میٹر جبکہ بعض نے 92 کلو میٹر کی مسافت بیان کی ہے۔

پھر جب تک وہ اپنے علاقے میں نہ لوٹ آئے یا کسی آبادی میں 15 دن یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت سے نہ ٹھہر جائے تب تک وہ شرعی مسافر رہتا ہے۔

سفر کی نیت صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں:

1. فیصلہ کرنے میں مستقل حیثیت کا مالک ہونا

(پس وہ شخص جو اپنی جائے سکونت کی آبادی سے آگے نہ بڑھا یا آگے چلا گیا لیکن بچہ تھا یا کسی کے تابع تھا اور اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی، مثلاً عورت اپنے خاوند کے ساتھ، غلام اپنے آقا کے ساتھ یا سپاہی اپنے امیر کے ساتھ، یا اس نے تین دن سے کم (مسافت) کی نیت کی تو وہ قصر نہ کرے،

---

[1] النساء:101

[2] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی (المتوفی: 279ھ)، ایڈیشن دوم، (الناشر: شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي–مصر (1395ھ)، باب و من سورة النساء، ج:5، ص:93، رقم الحديث:3034

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، (دار: طوق النجاۃ-1422ھ)، باب فی کم یقصر الصلاۃ، ج:2، ص:43

اقامت اور سفر کی نیت اصل سے معتبر ہو گی، تابع سے اس کا اعتبار نہ ہو گا)

2. بالغ ہونا

3. سفر کی مدت (مسافت) تین دن سے کم نہ ہونا۔[4]

متفرق مسائل:

- اگر کسی مسافر نے چار رکعت پوری کر دی اور پہلا قعدہ بھی کیا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔[5]
- اس وقت تک قصر کرتا رہے جب تک اپنے شہر میں داخل نہ ہو یا کسی شہر یا بستی میں نصف مہینہ ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے۔ اگر اس سے کم مدت ٹھہرنے کی نیت کی یا بالکل نیت نہ کی اور کئی سال وہیں رہا تو وہ قصر کرے۔[6]
- اگر مسافر، وقتی نماز (پنج وقتہ نمازیں، رمضان المبارک میں تراویح اور وتر، نمازِ جمعہ، عیدین) میں مقیم کی اقتدا کرے تو صحیح ہے اور وہ 4 رکعتیں پوری کرے (اور مقیم کی اقتدا کی وجہ سے اسے یہ تمام نمازیں مکمل ادا کرنی ہوں گی)[7]
- (اگر مسافر امامت کروائے تو) امام کیلئے مستحب ہے کہ کہے "اپنی نماز مکمل کرو بے شک میں مسافر ہو"۔[8]
- سفر اور حضر کی فوت شدہ نماز دو اور چار رکعتوں میں قضا کی جائے۔ (یعنی سفر کی قضا نماز میں دو جبکہ حضر (قیام) کی قضا نماز میں چار رکعت پڑھے گا۔)[9]
- اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں شامل ہو رہا ہو تو اس کے لیے وقتی فرض کی ادائیگی کی نیت کرنا ضروری ہے، نہ کہ تعدادِ رکعات کی، پس مقیم مقتدی کو چاہیے کہ وہ مسافر کی اقتدا میں صرف وقتی فرض نماز کی نیت کرے، دو یا چار رکعت کی تعیین نہ کرے۔ لہٰذا مقیم مقتدی کو امام کے مسافر ہونے کا علم ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں امام کی اقتدا میں وقتی فرض نماز کی نیت کافی ہو گی۔ سیّدی رسول اللہ (ﷺ) نے مکہ مکرمہ میں سفر کی حالت میں امامت فرمائی اور نمازِ قصر ادا فرمانے کے بعد وہاں کے مقیمین سے فرمایا کہ ہم مسافر ہیں آپ اپنی بقیہ نماز مکمل کر لیں۔ بہر حال مسافر امام جب اپنی نماز مکمل کر کے سلام پھیرے گا تو مقیم اپنی بقیہ نماز بغیر قراءت کے مکمل کرے گا۔[10]
- سنتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی البتہ خوف اور رواداری کی حالت میں معاف ہیں اور امن کی حالت میں پڑھی جائیں۔[11]

مریض اور معذور کی نماز کا بیان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ"[12]

"اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ"[13]

"اللہ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں"۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا"[14]

"اللہ عزوجل کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔

نیز ارشاد فرمایا:

[4] الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی (رحمۃ اللہ علیہ) (المتوفی: 1069ھ)، نور الإیضاح ونجاة الأرواح في الفقه الحنفی، (المكتبة العصرية، الطبعة الأولى، 1246ھ)، ص: 86

[5] ایضاً، ص: 87

[6] ایضاً

[7] ایضاً، ص: 88

[8] ایضاً

[9] ایضاً

[10] ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة

[11] بہار شریعت، مفتی محمد امجد علی (رحمۃ اللہ علیہ) (مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)، ج: 1، ص: 744

[12] الحج: 78

[13] البقرہ: 185

[14] البقرة: 286

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[15]

"سو اللہ تعالیٰ سے حسبِ طاقت ڈرو"۔

حضور نبی رحمت (ﷺ) کا فرمان مبارک ہے:

"وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[16]

"جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو حسبِ طاقت اس پر عمل کرو"۔

سیدنا عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ سیّدی رسول اللہ (ﷺ) نے (میرے سوال کے جواب میں) ارشاد فرمایا:

"صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ"[17]

"کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر (اشارہ کے ساتھ) ادا کرلو"۔

مذکورہ نصوص شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں جن میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان پر شریعت میں آسانی و سہولت کا تذکرہ ہے۔

شریعت میں جو آسانیاں اور سہولتیں ہیں، ان میں سے بعض کا تعلق ہمارے زیرِ بحث عنوان سے بھی ہے، اگر کسی شخص کو مرض یا عذر لاحق ہو تو وہ کیسے نماز ادا کرے؟ فقہ کی جید کتب مبارکہ (مراقی الفلاح، درمختار بہار شریعت وغیرہ) کی روشنی میں نہایت اختصار کے ساتھ چند احکام لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

"جب مریض قیام سے بے بس ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھ کر ہی رکوع و سجود کرے۔ پھر اگر رکوع اور سجود کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اپنے سجدوں کو رکوع سے پست کرے (یعنی سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ پست کرے) اور اپنے چہرہ کی طرف کوئی ایسی چیز نہ اٹھائے جس پر وہ سجدہ کرے اور اگر اسے اپنی پیشانی پر رکھ لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر نمازی بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو چت لیٹ جائے اور اپنے پیروں کو قبلہ رخ کرلے اور رکوع و سجود کا اشارہ کرے اور اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو اپنی گدی کے بل نماز پڑھے اور اشارہ کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذر قبول کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اگر مریض پہلو کے بل لیٹے اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو، تو جائز ہے۔[18]

(فقہاء کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو شخص فرض نماز میں کھڑا ہونے سے عاجز ہے وہ جس طرح بھی سہولت کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے اسی طرح بیٹھ کر نماز ادا کرے کیونکہ سیّدی رسول اللہ (ﷺ) نے بیٹھنے میں اسے خاص صورت کے ساتھ پابند نہیں فرمایا اس لیے) بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ مریض پر جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔[19] اسی طرح جس شخص نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی، پھر نماز کے دوران کھڑا ہونے سے عاجز آگیا یا وہ آغاز نماز میں کھڑا ہونے سے عاجز تھا۔ پھر اس میں اثنائے نماز میں کھڑا ہونے کی قوت آگئی یا اس نے بیٹھ کر نماز شروع کی لیکن نماز کے دوران میں بیٹھنے کی قوت بھی نہ رہی یا اس نے پہلو کے بل لیٹ کر نماز کی ابتدا کی پھر دوران نماز میں بیٹھنے کی طاقت آگئی تو وہ شخص ان تمام حالات میں دوران نماز میں بعد والی مناسب صورت حال کو اختیار کرلے۔ شرعاً اس کے لیے یہی زیادہ مناسب ہے اور بہتر ہے اور اسی حالت پر نماز پوری کرلے۔

مریض نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی اس خیال سے کہ وقت میں نہ پڑھ سکے گا تو نماز نہیں ہوتی۔[20]

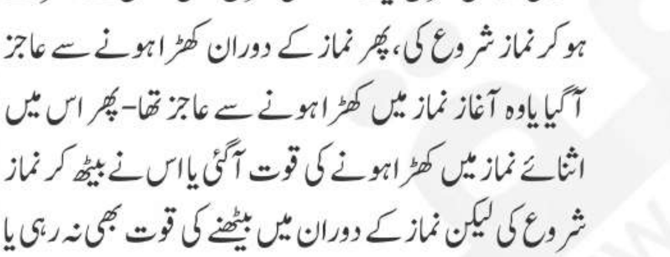

[15] التغابن:16

[16] صحیح بخاری، بَابُ الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ (ﷺ)

[17] صحیح بخاری، بَابُ اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب

[18] الھدایہ، ص:76-77

[19] بہار شریعت، مفتی محمد امجد علی (علیہ الرحمہ) (مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)، ج:1، ص:720

[20] ایضاً، ص:724

آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے لیٹے رہنے کا حکم دیا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے۔[21]

امام رکوع، سجدہ پر قادر نہ ہو اور اشارہ سے نماز پڑھاتا ہو، ایسے امام کے پیچھے تندرست مقتدیوں کی نماز درست نہیں۔[22]

جسے جنون لاحق ہو یا جس پر غشی طاری ہو اگرچہ گھبراہٹ کی وجہ سے ہو یا درندے کی وجہ سے ہو یا انسان سے وہ ایک دن اور ایک رات رہے تو پانچوں نمازوں کی قضا کرے گا اگر چھٹی نماز کا وقت زائد ہو جائے تو قضا نہیں کرے گا۔[23]

معذور کی نماز:

ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا وہ معذور ہے، اس کا یہی حکم ہے کہ وقت میں وضو کر لے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے، اس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا، جیسے قطرے کا مرض، یا دست آنا، یا ہوا خارج ہونا، یا دُکھتی آنکھ سے پانی گرنا، یا پھوڑے، یا ناصور سے ہر وقت رطوبت بہنا، یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں، ان میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہو گیا۔

جب عذر ثابت ہو گیا تو جب تک ہر وقت میں ایک ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا۔[24]

فرض نماز کا وقت ختم ہونے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر معذور نے ابھی ظہر کی نماز کا وقت باقی تھا کہ عصر کی نماز کے لئے وضو کیا تو اس کے لئے اس وضو کے ساتھ نماز عصر پڑھنا جائز نہیں۔[25]

معذور کا وضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے۔ اگر کوئی دوسری چیز وضو توڑنے والی پائی گئی تو وضو جاتا رہا۔[26]

کسی زخم سے ایسی رطوبت نکلے کہ نہ بہے تو اس کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی وہ معذور ہو گا اور نہ ہی وہ رطوبت ناپاک ہے۔[27]

مسئلہ: مجنوں (حالتِ جنون) میں نمازوں کا مکلف نہیں کیونکہ امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے مرفوعاً روایت ہے کہ تین لوگوں سے قلم (احکام شرع) اٹھا لئے گئے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ جائے، بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے مجنوں سے یہاں تک کہ وہ صاحب عقل (سمجھ دار) ہو جائے۔[28]

معذور کو ایسا عذر ہے جس کے سبب کپڑے نجس ہو جاتے ہیں تو اگر ایک درم سے زیادہ نجس ہو گیا اور جانتا ہے کہ اتنا موقع ہے کہ اسے دھو کر پاک کپڑوں سے نماز پڑھ لوں گا تو دھو کر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جانتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے پھر اتنا ہی نجس ہو جائے گا تو دھونا ضروری نہیں۔[29]

تنبیہ: بعض حضرات بیماری یا آپریشن کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتے ہیں اور وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ وہ مکمل طور پر نماز ادا نہیں کر سکتے یا وہ وضو نہیں کر سکتے یا ان کے کپڑے ناپاک ہیں یا کوئی اور عذر پیش کرتے ہیں۔ اس بارے میں گزارش ہے کسی صورت نماز کو چھوڑنا قطعاً جائز نہیں اگرچہ وہ

[21] ایضاً، ص:725

[22] ردالمحتار علی الدر المختار لابن عابدین (رحمۃ اللہ علیہ)

[23] ردالمحتار علی الدر المختار، ایڈیشن دوم، (الناشر: دار الفکر-بیروت، 1412ھ)-ج:2، ص:102

[24] بہار شریعت، ج:1، ص:385

[25] نظام الدین البلخي، الفتاوی الهندية (الطبعة: الثانية، 1310ھ)، ج:1، ص:41

[26] ردالمحتار علی الدر المختار، ج:1، ص:306

[27] بہار شریعت، ج:1، ص:387

[28] ابوداؤد، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا)، باب في المجنون يسرق اويصيب حدا، ج:4، ص:139

[29] ردالمحتار علی الدر المختار، ج:1، ص:306

نماز کی بعض شرائط یا ارکان و واجبات ادا کرنے سے عاجز ہوں- وہ حسب حال، یعنی جیسے بھی ممکن ہو مکمل کر لیں-

جس کی نمازیں قضا ہو گئیں اور انتقال ہو گیا تو اگر وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو اس کی تہائی سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو صدقہ کریں اور اگر وصیت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے-[30]

وضاحت: خالص عبادتِ بدنی ہے، اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا انہیں پڑھ سکتا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مر گیا اور اس کے ذمہ قضا نمازیں رہ گئیں اور وہ زندگی میں ان کو ادا نہ کر سکا، تو اب موت کے بعد اس کا فدیہ دینا جائز ہو گا، اسی طرح اگر کوئی شخص بیماری سے عاجز ہو کر روزہ نہ رکھ سکتا ہو اور مرنے سے پہلے اس کو صحت یابی کی امید بھی نہ ہو تو شریعت نے اس کو ایسی حالت میں زندگی میں ورنہ مرنے کے بعد فدیہ دینے کی اجازت دی ہے اور اگر مرحوم نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے تو اس صورت میں ان کے مال میں سے ہی فدیہ ادا کیا جائے گا اور کل مال کے ایک تہائی حصہ سے فدیہ کی رقم نکالی جائے گی، (اگر مرحوم پر کوئی قرض نہ ہو، ورنہ قرض کی ادائیگی کے بعد ایک تہائی ترکے سے قضا نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا) اگر تمام قضا نمازوں کا فدیہ ایک تہائی ترکے میں سے ادا ہو جائے تو بہتر، اگر مکمل ادا نہ ہو تو بقیہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ورثاء کے ذمے لازم نہیں ہو گا- تاہم اگر وہ بطورِ تبرع مرحوم کی بقیہ فوت شدہ نماز و روزوں کی طرف سے فدیہ دینا چاہیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہو گا؛ اور اگر مرحوم نے فدیہ کی وصیت نہیں کی تو البتہ ورثاء پہ اس کی ادائیگی لازم نہیں لیکن اگر از خود باہمی رضامندی سے یا آپ اپنی جانب سے ان کی نماز، روزوں کا فدیہ ادا کر دیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے امید واثق ہے کہ اللہ پاک نماز، روزوں کا فدیہ قبول فرما لیں گے- نیز ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ صدقہ فطر کی مقدار کے برابر ہے- فدیہ ادا کرنے کی صورت میں یومیہ چھ نمازوں (پنج وقتہ فرض نماز اور وتر) کے حساب سے فدیہ ادا کرنا ہو گا-[31]

ضروری التماس: نمازوں اور روزوں کا فدیہ جس کی طرف عام طور پر توجہ نہیں کرتے، دراصل یہ اللہ عزوجل کی طرف سے انعام اور کرم ہے، اس کا اُخروی فائدہ تو اللہ عزوجل کی خوشنودی اور ثواب ہے، معاشرتی اس کا فائدہ یہ ہے کہ غریب لوگوں کی اعانت ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے اس انعام سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر کوئی اپنی زندگی اس کا اہتمام نہ کر سکے تو ورثاء کو چاہیے اس کی طرف اس کی قضا نمازوں کا اندازہ لگا کر ادا کر دینا چاہیے- واللہ الموفق والمعین-

نفل نماز محمل اور گاڑی پر مطلقاً جائز ہے تنہا تنہا، نہ کہ جماعت کے ساتھ مگر جب وہ ایک سواری پر ہوں (تو جماعت کے ساتھ بھی جائز ہے)-[32]

سواری پر اشاروں سے نماز پڑھے گا شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو سواری کو قبلہ کی طرف کھڑا کرے ورنہ جس قدر ممکن ہو (نماز پڑھے)-اسی طرح اگر سواری چل رہی ہو تو سواری پر نماز ادا کرنا جائز نہیں جب وہ سواری کو روکنے پر قادر ہو (یعنی اگر روکنے پر قادر نہیں ہے تو سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے)-[33]

☆☆☆

[30] بہار شریعت، ج:1، ص:707
[31] الدر المختار و حاشیۃ ابن عابدین (ردالمحتار)
[32] ردالمحتار علی الدر المختار، ج:2، ص:42
[33] ایضاً، ص:40

الامام الناقد سید الحفاظ
امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد صدیق خان قادری

نام ونسب:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا نام عبد الرحمن کنیت ابو سعید اور نسب نامہ کچھ اس طرح سے ہے۔

عبد الرحمن بن مہدی بن حسان بن عبد الرحمٰن[1]

ولادت ووطن اور تحصیل علم:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت سن 135ھ بصرہ میں ہُوئی کیونکہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے بصرہ میں بودوباش اختیار کیے رکھی، تو اس حوالے سے آئمہ سیر اُن کو البصری کی نسبت سے یاد کرتے ہیں، اُن کی ایک اور نسبت اللؤلؤی بھی ہے۔

اس نسبت کے بارے علامہ سمعانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں، کہ اُن کے ہاں موتیوں کی تجارت ہوتی تھی، اور عربی میں موتی کو لؤلؤ کہتے ہیں، تو اس پیشے کی نسبت سے اُن کو الؤلؤی بھی کہا جاتا ہے۔[2]

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تو وہ اسلامی علوم کے ارتقاء کا دور تھا۔ کوفہ اور بصرہ دینی علوم کے مرکز تھے، جہاں علم تفسیر، حدیث اور فقہ کے بڑے بڑے امام موجود تھے تو وہاں قصاص (قصہ گوئی کرنے والے) بھی پیدا ہو گئے۔ جو لوگوں کو اپنی قصہ گوئی سے انہیں اپنی طرف متوجہ رکھتے امام عبد الرحمٰن بن مہدی بھی ابتداءً اُن کی محافل میں جاتے۔

ابو عامر العقدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"کان یتبع القصاص فقلت لہ لا یحصل فی یدك من ھو لاء شئ"[3]

"وہ قصاص کے پیچھے چلتے تھے تو میں نے انہیں کہا کہ ان سے تمہیں کوئی شے حاصل نہیں ہو گی"۔

انہیں یہ میری نصیحت پسند آئی اور علم حدیث کی طرف راغب ہوگئے اور انہوں نے تحصیل علم کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔

اساتذہ:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے وقت کے مایہ ناز آئمہ کرام سے اکتساب علم کیا جن حضرات سے اُن کو تحصیل علم کا موقع ملا اُن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مالک بن انس، حماد بن سلمۃ، ابان بن یزید، ایمن بن نابل، عمر بن ابی زائدہ، معاویہ بن صالح الحضرمی، ھشام بن ابی عبد اللہ، اسماعیل بن مسلم، خالد بن دینار، امام شعبہ عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الثقفی، عبد الجلیل بن عطیہ البصری، عکرمہ بن عمار، علی بن مسعدۃ الباھلی، عمران القطان، مثنی بن سعید، یونس بن ابی اسحاق، واصل بن عبد الرحمن، عبد العزیز بن ماجشون، شریک بن عبد اللہ، ربیع بن مسلم القرشی، زائدہ بن قدامۃ (رحمۃ اللہ علیہم)۔[4]

تلامذہ:

امام صاحب سے بے شمار علماء محدثین کو استفادہ کا موقع ملا جن احباب کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہُوا اُن میں سے چند حضرات درج ذیل ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک، بشر بن حارث الحافی، اسحاق بن راھویہ، علی بن مدینی، یحیی بن معین، ابراھیم بن خالد، سفیان بن وکیع بن جراح، احمد بن ابراھیم الدورقی، احمد بن سنان، اسحاق بن بھلول، بشر بن آدم، خلیفہ بن خیاط، سوار بن عبد اللہ، رزق اللہ بن موسیٰ، ابو خیثمۃ زھیر بن حرب، شعیب

[1] (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز:17، ص:430)
[2] (الطبقات لابن سعد، جز:7، ص:297)
(الانساب للسمعانی، جز:11، ص:230)
[3] (تہذیب الکمال، جز:17، ص:430)
[4] (سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:589)

بن یوسف، طاہر بن ابی احمد، حسن بن عرفہ، احمد بن نافع، ابوعبید قاسم بن سلام، مجاہد بن موسیٰ (رحمۃ اللہ علیہم)[5]

علم حدیث میں مقام اور آئمہ کرام کی آراء:

امام عبد الرحمن (رحمۃ اللہ علیہ) علم حدیث میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے ان کا شمار وقت کے نامور اور عظیم محدثین میں ہوتا تھا، اُن کی حدیث میں نمایاں خدمات کی وجہ سے علماء اور محدثین نے نہ صرف اُن کی علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے بلکہ آئمہ سیر نے اُن کو الامام الناقد، سید الحفاظ، الحافظ الکبیر، جیسے القابات سے بھی نوازا ہے، آئمہ فن نے جس انداز میں حدیث میں اُن کے علمی تبحر کو بیان کیا ہے، اُس سے علم حدیث میں اُن کے علمی مقام کو مزید چار چاند لگ جاتے ہیں-

امام ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”وکان امام حجۃ قدوۃ فی العلم والعمل“[6]

”وہ صاحب حجت امام اور علم و عمل کے پیشوا تھا“-

امام خلیلی، امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

”لا اعرف لہ نظیرا فی ھذا الشان“[7]

میں اُن جیسی شان والا کوئی نہیں جانتا-

امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) حدیث میں اُن کے علمی مقام کو اُجاگر کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”اذا حدث عبد الرحمن بن مھدی عن رجل فھو حجۃ“[8]

”امام عبد الرحمن جب کسی مرد سے حدیث روایت کریں تو سمجھ لیں وہ بندہ (روایت حدیث) میں حجت ہے“-

امام علی بن مدینی (رحمۃ اللہ علیہ) جو کہ خود فن اسماء الرجال میں بڑے ماہر ہیں وہ فرماتے ہیں:

”اذا اجتمع یحیی بن سعید و عبد الرحمن بن مھدی علی ترک رجل لم احدث عنہ فاذا اختلفا اخذت بقول عبد الرحمن“[9]

جب امام یحیٰی بن سعید اور عبد الرحمن بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہما) کسی سے حدیث لینا چھوڑ دیں تو میں بھی اُس سے حدیث نہیں لیتا اور جب یہ دونوں کسی سے حدیث لینے میں اختلاف کریں تو میں امام عبد الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) کے قول کو ترجیح دیتا ہوں“-

علی بن مدینی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک اور مقام پر انکی علمی شان کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں فرمایا:

”کان علم عبد الرحمن بن مھدی بالحدیث کا لسحر“[10]

”امام عبد الرحمٰن بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) کا علم بالحدیث سحر انگیز تھا“-

امام صاحب علم حدیث کے اس مرتبے پر فائز تھے کہ امام علی بن مدینی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

”میں کعبہ میں کھڑے ہو کر قسم اُٹھا سکتا ہوں کہ میں نے حدیث میں امام عبد الرحمٰن مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا“-[11]

ثقاہت اور حفظ و ضبط:

امام صاحب ثقاہت اور حفظ و ضبط کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے، یہی وجہ ہے کہ اُن کا شمار آئمہ حفاظ اور ثقاہت میں ہوتا ہے- علامہ عبد الرحمٰن بن ابی حاتم (رحمۃ اللہ علیہ) کے والد اُن کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”عبد الرحمن بن مھدی اثبت اصحاب حماد بن زید وھو امام ثقۃ و اثبت من یحی بن سعید واتقن من وکیع“[12]

امام حماد بن زید کے اصحاب میں سے امام عبد الرحمن بن مھدی اثبت تھے-

---

[5](تہذیب الکمال، جز:17، ص:433)

[6](سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:589)

[7](ایضاً)

[8](تاریخ بغداد، جز:11، ص:512)

[9](ایضاً)

[10](تاریخ بغداد)

[11](الجرح والتعدیل، جز:1، ص:252)

[12](تاریخ بغداد، جز:11، ص:512)

وہ ثقہ امام اور یحیی بن سعید سے اثبت اور امام و کیع سے زیادہ متقن (مضبوط حافظے والے) تھے اور امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) اُن کی ثقاہت کچھ اس انداز میں بیان فرماتے ہیں-

"کان ثقة خیارا من معادن الصدق"[13]

"وہ ثقہ، شرف والے اور صدق کا منبع تھے"-

جب امام علی بن مدینی (رحمۃ اللہ علیہ) سے یہ سوال کیا گیا کہ امام ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) کے اصحاب میں سے اوثق کون ہے، تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اُن کے اصحاب میں سے امام عبد الرحمٰن بن مہدی اور یحیی بن سعید القطان (رحمۃ اللہ علیہما) سب سے زیادہ ثقہ ہیں-[14]

امام یحیی بن معین سے سوال کیا گیا کہ:

"من اثبت شیوخ البصریین قال عبد الرحمن بن مھدی"[15]

بصری شیوخ میں کون اثبت ہے تو انہوں نے کہا عبد الرحمن بن مھدی!

اُن کے حفظ و ضبط کا یہ عالم تھا کہ محمد بن یحیی الذھلی (رحمۃ اللہ علیہما) فرماتے ہیں:

"ما رایت فی ید عبد الرحمن کتابا قط و کل ما سمعت منه سمعته حفظا"[16]

میں نے کبھی بھی امام عبد الرحمن (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی میں نے جو کچھ بھی سنا ہے اُن سے زبانی سنا ہے-

امام عبید اللہ بن عمر القواریری (رحمۃ اللہ علیہ) اُن کے حفظ و ضبط کے اعلیٰ معیار کو بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"املی علی عبد الرحمن عشرین الف حدیث حفظا"[17]

"امام عبد الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) نے زبانی مجھے 20 ہزار احادیث املاء کروائیں"-

حفظ حدیث کا اُن کو اتنا شوق تھا کہ ایک بندے نے آپ کو کہا:

"لو قیل لك یغفر لك ذنب او تحفظ حدیثا ایما احب الیك قال احفظ حدیثا"[18]

"اگر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو اختیار دیا جائے کہ تیرا گناہ معاف کیا جائے یا آپ حدیث یاد کریں گے تو ان میں سے آپ کس چیز کو پسند کریں گے انہوں نے فرمایا کہ میں حدیث کو یاد کروں گا"-

درایتِ حدیث اور امام عبد الرحمٰن بن مہدی:

حدیث کی صحت کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے، ایک سلسلہ سند اور دوسرا متن یعنی کسی حدیث کے صحیح ہونے کیلئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے روایت ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اُس کے متن میں بیان کردہ چیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے متصادم تو نہیں ہے، یا اُس میں کوئی ایسی چیز تو نہیں کہ جس کی نسبت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف کرنا محال ہو تو حدیث کے متن کو مذکورہ معیار پر پرکھنا درایت حدیث کہلاتا ہے- روایت حدیث کی نسبت درایت حدیث یہ بڑا مشکل کام ہے کیونکہ روایت حدیث کا دار و مدار زیادہ تر قوت حافظہ پر ہے- تو جس شخص کو یہ نعمت حاصل ہے وہ تھوڑی سی ذہانت اور ذکاوت کے ساتھ یہ فریضہ سر انجام دے سکتا ہے، لیکن درایت حدیث کیلئے غیر معمولی قوت حافظہ کے ساتھ علمی تجربہ، وُسعتِ نظری اور دِقّتِ نظری کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اس منصب کے حاملین کم ہی ہوتے ہیں جن حضرات کو روایت حدیث اور درایت حدیث جیسی دونوں نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان میں امام عبد الرحمن بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) بھی ہیں- یہی وجہ ہے کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ایک بندہ حدیث میں صحیح اور غیر صحیح کی پرکھ نہیں کر سکتا وہ امام بننے کا حق دار نہیں ہے-[19]

[13] (الجرح والتعدیل، جز:1، ص:253)
[14] (ایضاً)
[15] (ایضاً)
[16] (تہذیب الکمال، جز:17، ص:439)
[17] (سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:590)
[18] (تاریخ الاسلام، جز:13، ص:284)
[19] (تذکرۃ الحفاظ، جز:1، ص:241)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی درایت حدیث کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امام نُعیم بن حماد (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ میں نے امام عبد الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا-

"کیف تعرف الکذاب قال کما یعرف الطبیب المجنون"[20]

"آپؒ کذاب کو کیسے پہچان لیتے ہیں، تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا جیسے ایک طبیب مجنون کو پہچان لیتا ہے"-

علامہ ابن نمیر (رحمۃ اللہ علیہ) امام صاحب کی معرفت حدیث کے بارے ایک قول نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ:

"معرفة الحديث الهام"[21]

"حدیث کی معرفت ایک الہام ہے"-

ان کا یہ فرمان اُن کی درایت حدیث کی بہترین عکاسی کرتا ہے-

فقاہت:

جس طرح ماقبل مذکور ہُوا کہ آپ روایت حدیث کے ساتھ درایت حدیث میں بھی کمال رکھتے تھے، تو اسی درایت حدیث کا نتیجہ ہے کہ آپؒ باکمال فقیہ بھی تھے، اسی لیے تو امام ذہبی اُن کی فقاہت کو بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"و کان عبد الرحمن فقیھا بصیرا باالفتوی عظیم الشان"[22]

"اور امام عبد الرحمٰن ایک عظیم الشان فقیہ اور فتوی میں بڑی بصیرت رکھتے تھے"-

یہ آپ کی فقہی شان ہی ہے کہ امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی شخصیت بھی آپؒ کی فقاہت کی معترف ہے، جب آپؒ سے سوال کیا گیا کہ امام یحیی بن سعید اور امام عبد الرحمن بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہما) میں سے کون زیادہ فقیہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک عبد الرحمٰن بن مہدی زیادہ فقیہ ہیں-[23]

زہد و تقوی:

امام صاحب ہمیشہ زہد و تقویٰ والی زندگی گزارنا پسند کرتے تھے راتوں کو اللہ کے حضور کھڑا ہونا اور قرآن مجید کی کثرت کے ساتھ تلاوت کرنا آپؒ کا معمول تھا- امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ امام صاحب صرف دو راتوں میں قرآن پاک مکمل کر لیتے تھے اور ہر رات نصف قرآن مجید پڑھنا اُن کا وِرد تھا-[24] اُن کی دین داری کا یہ عالم تھا کہ علامہ ایوب بن متوکل فرماتے ہیں کہ اگر ہم ارادہ کرتے کہ ہم ایسے شخص کو دیکھیں جو دین اور دنیا کا جامع ہو تو ہم امام عبد الرحمٰن کے در پر چلے جاتے-[25] قیام اللیل (رات کا قیام یعنی نوافل) کا اتنا شوق تھا کہ اُن کے بیٹے فرماتے ہیں کہ آپؒ ہر رات اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ایک دن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے قیام فرمایا جب فجر طلوع ہُوئی تو تھوڑا سا آرام کرنے کیلئے لیٹے تو نیند آگئی اور فجر کی نماز قضا ہوگئی، تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو بڑا دکھ ہُوا پھر اپنے آپ کو سزا دینے کیلئے آپ نے کئی دن اپنی پیٹھ کو بستر پر نہ لگایا خالی زمین پر سوتے تھے-[26]

امام رُستہ فرماتے ہیں کہ امام عبد الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) ہر سال حج کرتے تھے-[27]

وفات:

آپؒ کی وفات سنہ 198ھ کو بصرہ میں ہُوئی-[28]

☆☆☆

[20](ایضاً)

[21](ایضاً)

[22](ایضاً)

[23](تاریخ بغداد، جز:11، ص:512)

[24](تاریخ الاسلام، جز:13، ص288)

[25](تہذیب الکمال، جز:17، ص:441)

[26](سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:591)

[27](تاریخ الاسلام، جز:13، ص:288)

[28](الطبقات لابن سعد، جز:7، ص:297)

12 اپریل 2025ء — زیرِ اہتمام: اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

(ادارہ)

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین ایک جامع اور بین الاقوامی سطح پر اثر انداز ہونے والا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس کی آواز ہر قسم کے تعصّب، فرقہ بندی اور تفرقہ سے آزاد ہو کر عالمی سطح پر سنی جاتی ہے اور اسے نہ صرف مختلف مکاتبِ فکر بلکہ مختلف مذاہب کے پیروکار بھی تسلیم کرتے ہیں- یہ تحریک دراصل قرآن و سنت کی حقیقی ترجمان ہے، جو اسلاف و اکابر کی روحانی تعلیمات کو محفوظ رکھنے اور ان کی درست تفہیم کو معاشرتی سطح پر پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے- اس کا بنیادی مقصد انسانیت کی فلاح و بقا کے ساتھ ساتھ روحانیت اور باطنی پاکیزگی کا فروغ ہے، جسے وہ اپنے عمیق فلسفیانہ اور روحانی اصولوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہتی ہے- اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین، جو نہ صرف انسان کے ظاہر و باطن کی تطہیر کا ذریعہ ہے، بلکہ یہ تنظیم روحانیت کی اساس پر افراد کو معرفتِ الٰہیہ کے راستے پر گامزن کرنے کی جدوجہد کا اہم ذریعہ ہے-

گزشتہ کئی برسوں سے سالانہ میلادِ مصطفیٰ (ﷺ) کی خوبصورت روایت کو برقرار رکھتے ہوئے رواں سال بھی آستانہ عالیہ شہبازِ عارفاں حضرت سلطان محمد عبد العزیز (قدس اللہ سرّہٗ) پر عظیم الشان میلادِ مصطفیٰ (ﷺ) کی روح پرور تقریب کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین، جانشینِ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) نے فرمائی- پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا- بعد ازاں محمد رمضان سلطانی صاحب نے خوبصورت انداز میں نعتیہ کلام پیش کیا جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مفتی منظور حسین صاحب نے سرانجام دیئے- اس روح پرور پروگرام میں تحقیقی و خصوصی خطاب چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے فرمایا-

خصوصی خطاب کا مختصر خلاصہ:

قرآن مجید نے انبیاء و صالحین کی صحبت و معیت کو نجات کا راستہ بیان فرمایا ہے- ارشادِ ربانی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1]

”ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا“-

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کسی کامل کی صحبت و معیت اور ان کی پیروی کے بغیر صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ صراطِ مستقیم نام ہی اولیاء اللہ کی معیت کا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] (الفاتحہ:5-6)

"وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" "اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو"۔[2]

"صحیح بخاری و صحیح مسلم"کی متفق علیہ حدیث پاک ہے کہ:

"وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ" اولیاء اللہ کا ہم نشین بدبخت نہیں ہو سکتا- یہ ایسے ہم مجلس ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں رہتا"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کی معیت اختیار کرنے والوں کو،[3] حضرت ھُود (علیہ السلام) اور ان کی معیت میں آنے والوں کو،[4] حضرت صالح (علیہ السلام) اور ان کی معیت میں آنے والوں کو،[5] حضرت شعیب (علیہ السلام) کی قوم اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو،[6] حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی معیت میں آنے والوں کو نجات عطا فرمائی-[7] ختمِ نبوت کے بعد قرآن مجید کی رُو سے نیک بندوں (اولیاء و صالحین) کی صحبت نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہے-

صالحین کی صحبت میں نیک اعمال کی قبولیت بڑھ جاتی ہے- چنانچہ انسان کو اولیاء اللہ کی معیت میں نیک اعمال اختیار کرنے چاہئیں-

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيْثَةً"[8]

"اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کیونکہ مشک والا یا تو تحفۃً (تھوڑی بہت خوشبو) دے دے گا یا تم اس سے خرید لوگے (ورنہ عمدہ خوشبو تو تم پا ہی لوگے اور رہی بھٹی والے (لوہار) کی بات تو (اس کی بھٹی کی آگ) یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گی وگرنہ تمہیں (بھٹی کی) بدبو تو ضرور پہنچے گی-

متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

"فَسَأَلَ اللهَ أَنْ يُّدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ"[9] "حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے درخواست کی کہ انہیں ارضِ مقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کی مقدار کے قریب کر دے"۔

علامہ بدر الدین عینی الحنفی العینی (المتوفی: 855ھ) "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری" میں اسی حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

---

[2](التوبہ:119)
[3](الشعراء:119)
[4](الاعراف:72)
[5](هود،66)
[6](هود:94)
[7](الشعراء:65)
[8](صحیح البخاری، كِتَابُ الْبُيُوعِ)
[9](صحیح البخاری، كِتَابُ أَحَادِيْثِ الْأَنْبِيَاءِ)

وَ إِنَّمَا سَأَلَ ذٰلِكَ لِفَضْلِ مَنْ دَفَنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ، فَاسْتَحَبَّ مُجَاوَرَتَهُمْ فِي الْمَمَاتِ كَمَا فِي الْحَيَاةِ وَلِأَنَّ النَّاسَ يَقْصُدُوْنَ الْمَوَاضِعَ الْفَاضِلَةَ وَيَزُوْرُوْنَ قُبُوْرَهَا وَيَدْعُوْنَ لِأَهْلِهَا

انہوں (حضرت موسیٰ (علیہ السلام)) نے صرف ارض مقدس میں دفن ہونے والے انبیاء اور صالحین کی فضیلت کی وجہ سے یہ مانگا تھا- حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے صالحین کی قربت کو وصال کے بعد بھی مستحب جانا جیسا کہ حیات میں ان کی قربت کو مستحب جانا- کیونکہ لوگ نیک مقامات پر جانے کا ارادہ کرتے ہیں، ان کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے لیے دعائیں کرتے ہیں-

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفیٰ:852) ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

”فِيْهِ الْحِرْصُ عَلٰى مُجَاوَرَةِ الصَّالِحِيْنَ فِي الْقُبُوْرِ طَمَعًا فِي إِصَابَةِ الرَّحْمَةِ إِذَا نُزِلَتْ عَلَيْهِمْ، وَفِي دُعَاءِ مَنْ يَّزُوْرُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ“

”ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو صالحین کی قبور کے پڑوس میں اپنی قبور بنانے کا حریص ہونا چاہیئے اور اس کا شوق رکھنا چاہیے اس امید و نیت کے ساتھ کہ صالحین پر نازل ہونے والی رحمت اس بندے کو بھی پہنچے گی- اور اہل خیر میں سے جو شخص ان کی زیارت کے لئے جائے اس کو دعا کرنے میں بھی حریص ہونا چاہیے“-

اولیاء کرام کا منہج وعقیدہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہے اور وہ قرآن مجید سے انسانیت کی نجات و بھلائی کے لیے نتائج اخذ کرتے ہیں- اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ دنیوی واخروی کامیابی کے حصول کے لیے کتاب و سنت اور اولیاء کے منہج کو اختیار کریں-

پروگرام کے اختتام پہ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطان سے دورہ حدیث مکمل کرنے والے 41 طلباء اور تخصص فی الفقہ مکمل کرنے والے 21 طلباء کی دستار بندی کی -اس کے بعد ہزاروں افراد نے سرپرست اعلیٰ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین حضرت سخی سُلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت حاصل کرکے سلسلۂ قادریہ میں شمولیت اختیار کی اور اسم اعظم (اسم اللہ ذات) کی لازوال دولت سے سرفراز ہوئے-

☆☆☆

تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس: مولانا رومی اور حضرت سلطان باھوؒ

مسلم انسٹیٹیوٹ

شہر اقتدار میں 22 سے 24 اپریل ایک عظیم الشان تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس ’’مولانا جلال الدین رومی اور حضرت سلطان باھو‘‘ مسلم انسٹیٹیوٹ اور ادارہ فروغِ قومی زبان کے باہمی تعاون سے انعقاد پذیر ہوئی- یہ کانفرنس اسلام آباد کی تاریخ میں منفرد اور بے مثال ہے، کیونکہ اس کانفرنس میں دنیا بھر سے 170 سے زائد مقررین شریک ہوئے اور یہ کل 35 سیشنز پر مشتمل تھی- جن میں تصوف اور اس کے مختلف الجہات افکار و نظریات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی- ذیل میں ہم اس عدیم النظیر کانفرنس کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں-

تصوف اسلام کی تعلیمات میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے- برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالک میں صوفیاء کرام کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں- جن کی بدولت اسلام بحرِ بے کنار کی طرح شرق و غرب میں پھیلتا گیا- اولیاء کرام نے محبت اور امن کے ساتھ لوگوں میں اخلاقِ حمیدہ یوں راسخ کیے کہ پورا معاشرہ اخلاقیات کا حسین گلدستہ بن گیا- مولانا روم اور حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہما) دنیائے تصوف میں عظیم المرتبت شخصیات کا درجہ رکھتے ہیں- اس کانفرنس کا بنیادی مقصد ان جلیل القدر صوفیاء کرام کے پیغام کو از سرِ نو اجاگر کرنا ہے تاکہ ہمارے معاشرے میں اتحاد، امن اور بھائی چارہ یقینی بنایا جاسکے-

اس کانفرنس میں علمی نشستوں کے ساتھ مکالمہ / ڈائیلاگ کا کلچر متعارف کروایا گیا، تاکہ جدید طرزِ مبحث کو بھی بروئے کار لایا جاسکے- کانفرنس میں تین متوازی سیشنز چلتے رہے، جن میں ایک سیشن ’’خصوصی گفتگو‘‘ کے نام سے مکالمہ کی طرز پر جاری رہا- جس میں مقررین اپنی تقریر کے بعد تبادلۂ خیال کے لیے سٹیج پر جلوہ فرما ہوتے اور حاضرین کے سوالات کے تفصیلی جواب پیش کرتے- اس کے ساتھ باقی دو

سیشنز ’’علمی نشست‘‘ کے طور پر جاری رہے جن میں ملک کے نامور پروفیسرز، سکالرز اور محققین نے مختلف موضوعات پر تحریری مقالات پیش کیے، جو کہ عمق، تحقیق اور تجزیات سے مزین تھے-

اس کانفرنس میں پاکستان و بیرون ممالک سے مشہور شخصیات نے شرکت کی- افتتاحی سیشن میں چیئرمین سینیٹ جناب سید یوسف رضا گیلانی صاحب خصوصی طور پر تشریف لائے- اس طرح اختتامی سیشن میں جنزل (ر) محمد طاہر، وی سی قائداعظم یونیورسٹی ڈاکٹر نیاز احمد اختر اور معروف صحافی سہیل وڑائچ شریک ہوئے- ان کے علاوہ افغانستان، آذربائیجان، امریکہ، کینیڈا اور یوکے سے مقررین تشریف لائے- کانفرنس کے تمام سیشنز میں پاکستان میں مقیم مختلف ممالک کے سفیران نے خصوصی شرکت کی اور اپنے اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہوئے تصوف کی اہمیت اور احیاء کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا-

کانفرنس میں پاکستان کے اراکینِ پارلیمنٹ، صحافی، اساتذہ، علماء، سکالرز، میڈیا الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی سے خواتین و حضرات نے بھرپور شرکت کی- پاکستان کے تمام صوبوں سے ہر کلچر اور زبان کے لوگ شامل ہوئے، بالخصوص مختلف جامعات سے نوجوان طلباء و طالبات نے شریک ہو کر کانفرنس کی اہمیت دوگنا کر دی-

کانفرنس کے تینوں دن حاضرین کا تانتا بندھا رہا- پاکستان کے مختلف ثقافتوں اور علاقوں کے لوگوں میں تصوف کے حوالے سے دلچسپ تبادلۂ خیال ہوتا رہا، جس کی وجہ سے

لوگوں کو بہت کچھ نیا سیکھنے کو ملا- یقیناً اس کانفرنس کی بدولت لوگوں میں ایک دوسرے کے حوالے سے مثبت جذبات فروغ پائے- وقفہ ہائے سوالات و جوابات میں حاضرین نے فکر انگیز سوالات کیے- جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ تصوف کی اہمیت سے خوب واقف ہیں اور اس کے عملی ترویج کے خواہاں ہیں-

یہ کانفرنس اپنے موضوعات کے اعتبار سے نہایت جامع اور پر شکوہ تھی- اس میں تصوف، مولانا رومیؒ اور حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات اور نظریات کو مختلف انداز اور متنوع علوم کے نقطہ ہائے نظر سے پیش کیا گیا-

"مادری زبانیں اور تصوف" کے عنوان کے تحت مختلف سیشنز میں اردو، بلوچی، پشتو، پنجابی، سرائیکی، سندھی، اور کشمیری زبان میں موجود علومِ تصوف کا احاطہ کیا گیا- ان سیشنز میں ہر زبان کے نمائندگان مقررین ملک بھر سے کانفرنس میں شریک ہوئے اور اپنے تحقیقی اور علمی مقالات پیش کیے- اس کے ساتھ ساتھ تصوف کے مذہبی، تاریخی، سماجی، اخلاقی، ثقافتی، نفسیاتی اور فلسفیانہ پہلوؤں کے تحت مختلف سیشنز منعقد کیے گئے، جو کہ علمیت اور جامعیت سے بھرپور رہے-ایک خصوصی سیشن پاکستان کی جامعات کے وائس چانسلرز کے لیے مخصوص تھا، جس میں پاکستان کی معروف جامعات کے وائس چانسلرز شریک ہوئے اور تصوف پر اپنی خوبصورت آراء پیش کیں- اس کے علاوہ کتبِ حضرت سلطان باھوؒ پر ایک سیشن میں خصوصی گفتگو کی گئی، جس میں مشہور کتب جیسے عین الفقر، اسرار القادری، مجالستہ النبی (ﷺ) اور ابیاتِ باھو کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی- ان کے علاوہ مولانا روم کی مثنوی شریف کا عرفان اور روحانیت کی دنیا میں مقام و مرتبہ واضح کیا گیا- تقابلی جائزہ کے تحت ایک سیشن میں مختلف صوفیاء کرام کی تعلیمات میں موجود فکری مماثلت اور نظریاتی وحدت پر روشنی ڈالی گئی- المختصر! یہ کانفرنس گویا تصوف کے موضوعات کا انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں ہر زاویے اور نقطہ نظر سے معاصر دنیا کیلئے تصوف کی اہمیت اجاگر کی گئی-

مزید برآں، اس تین روزہ کانفرنس میں ہر روز آخری سیشن ایک لاجواب پروگرام پر اختتام پذیر ہوتا رہا- پہلے روز میں "رومی اور اقبال" پر ٹیبلو پیش کیا گیا ہے- جس میں آستانہ عالیہ حضرت سلطان عبد العزیزؒ (دربار حضرت سلطان باھُو) پر قائم مدرسہ "دار العلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو سلطان" کے طلباء نے شرکت کی- اس ٹیبلو کی لطیف گفتگو اور قدیم طرز پر کیے گئے روحانی ذکر نے حاضرین پر سحر طاری کر دیا- اس ٹیبلو کے بعد طلباء نے انتہائی خوبصورتی سے عربی، فارسی،

اردو اور پنجابی میں نعتیہ اور عارفانہ کلام پیش کیے۔ کانفرنس کے دوسرے روز کا اختتام ’’سلطان الادب صوفیانہ مشاعرے‘‘ پر ہوا۔ جس کی صدارت پروفیسر احسان اکبر نے فرمائی، پروفیسر جلیل عالی اور ڈاکٹر وحید احمد مہمانانِ خصوصی تھے۔ جبکہ افغانستان سے افسر راہبین صاحب خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ نظامت کے فرائض جناب محبوب ظفر صاحب نے سرانجام دیے۔ شعراء میں ڈاکٹر تقی عابدی، ندیم بھابھہ، مقصود وفا، اختر عثمان، ڈاکٹر فاخرہ نورین، رانا سعید دوشی، عمران عامی، مستحسن جامی، عبداللہ نشاط، خاور حسین، نسیم عظیمی اور سعید شارق نے اپنا کلام پیش کیا۔ یہ مشاعرہ اپنی نوعیت کا انوکھا اور منفرد مشاعرہ تھا۔ حاضرین نے ہر شعر کا خوب لطف اٹھایا اور دل کھول کر شعراء کو داد پیش کی۔

کانفرنس کا انعقاد عظیم مقاصد کے حصول کی خاطر کیا گیا۔ آج معاشرے میں بڑھتی شدت پسندی، فرقہ واریت، عصبیت، نفرت، حرص، بے حیائی اور بے حسی کا تدارک صرف صوفیاء کرام کے افکار و نظریات کی ترویج سے کیا جا سکتا ہے۔ صوفیا کا پیغام امن، محبت، برداشت، رواداری، اتحاد، صلح اور انصاف کا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی، حضرت سلطان باھو، امیر کبیر شاہ ہمدان، رحمان بابا، سچل

کانفرنس کے تیسرے دن کا اختتام ’’ثقافتی صوفیانہ موسیقی‘‘ پر ہوا۔ جس میں پاکستان کے مشہور گلوکار راجہ حامد علی نے صوفیانہ کلام پیش کر کے سامعین سے خوب داد سمیٹی۔ پس یہ سیشنز صوفیاء کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کا منفرد ذریعہ بنے۔

سرمست، مست توکلی، میاں محمد بخش جیسے عظیم صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کی تعلیمات معاشرے کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرتی ہیں۔ ایسا معاشرہ جہاں ہر فرد رنگ و نسل کے امتیاز کے بغیر عزت اور امن کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ جس معاشرے میں فقط انسانیت کی بنیاد پر لوگوں کا احترام کیا جاتا ہے۔ آج معاشرے میں بڑھتا صوفی فوبیا (Sufiphobia) نہایت

بُرے اثرات مرتب کر رہا ہے- کانفرنس میں قرآن کریم اور سنت مبارکہ کی روشنی میں اصفیاء و اولیاء کے طور طریقوں کو پیش کیا گیا اور تصوف کے نام پر جاری جعلی اور جھوٹے صوفیوں کے رائج طریقہ کاروں کی شدید مذمت کی گئی- کانفرنس میں تصوف کو جدید سائنسی طریقوں اور ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ اور مربوط کرنے کے حوالے سے بیش قیمت گفتگو کی گئی تاکہ ایک عام انسان اپنی عقل کے استعمال سے تصوف کی حقیقت سے آشنا ہو سکے- آج کے گلوبلائزیشن کے دور میں بڑھتے روابط اور تعلقات کو بہتر طریقے سے سرانجام دینے کے لیے تصوف کی امن و محبت سے لبریز تعلیمات ہی مشعلِ راہ ثابت ہو سکتی ہیں- انہی افکار کی روشنی میں ہی ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جہاں پہ قانون، انصاف اور عدل کی حکومت ہو-

کانفرنس کے انتظامات مسلم انسٹیٹیوٹ کی ٹیم کے نظم و ضبط کا منہ بولتا ثبوت تھے- استقبالیہ کے لیے ایک خوبصورت

انداز قائم کیا گیا، جس میں ایک گروہ سرخ ٹوپی اور سفید جبے کے ساتھ مولانا جلال الدین رومیؒ کے سلسلہ مولویہ کے درویشانہ لباس کی نمائندگی کر رہا تھا اور اس کے ساتھ دوسرا

قطار میں سر پر سفید دستار سجائے، سفید لباس اور سیاہ ویسٹ کوٹ میں ملبوس حضرت سلطان باھوؒ کے آستانہ کے فقراء ایک مخصوص روائیتی وضع قطع کی نمائندگی کر رہے تھے- خوش آمدید کے اس انداز نے حاضرین کو خوب محظوظ کیا- اس کے علاوہ استقبالیہ سے لے کر تمام ہالز تک مسلم انسٹیٹیوٹ کی نوجوان ٹیم مہمانوں کو خوش آمدید کہنے اور ان کی راہنمائی کے لیے متحرک تھی- اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے لیے کتب کے سٹال کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں تصوف، ادب ، فلسفہ، تفاسیر اور احادیث جیسے مختلف موضوعات پر مشہور کتب رعایتی نرخ پر فراہم کی گئیں- کانفرنس کے تمام سیشنز مسلم انسٹیٹیوٹ کے یوٹیوب چینل پر لائیو چلتے رہے- جس کی بدولت پوری دنیا سے بڑی تعداد میں لوگ کانفرنس سے منسلک رہے- تمام سیشنز مسلم انسٹیٹیوٹ کے نام سے موجود یوٹیوب چینل پر محفوظ ہیں اور کہیں سے بھی لوگ دیکھ سکتے ہیں- انتظامی حوالے سے تمام امور اتنی باریکی اور پیشہ ورانہ انداز سے مکمل تھے کہ بیشتر مقررین نے متاثر ہو کر فراخ دلی سے مسلم انسٹیٹیوٹ اور حضرت سلطان محمد علی صاحب کی توجہ سے تربیت پانے والے نوجوانوں کو خراجِ تحسین پیش کیا-

اس تین روزہ کانفرنس نے مولانا رومیؒ اور حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کی ترویج کے لیے بھرپور کردار ادا کیا- یہ بین الاقوامی کانفرنس یقیناً مستقبل میں پاکستان اور پوری دنیا میں عارفانہ افکار کی اشاعت کے لیے عملی نمونہ پیش کرتی رہے گی-

☆☆☆

اصلی وطن کی یاد

کبریٰ پوپل

وہ جو آنکھوں کا تارا، دل کی ٹھنڈک، چہرے کا نور اور زندگی کا سہارا ہو جو تپتی دھوپ میں سایہ، ڈوبتے سمندر میں کنارہ، تاریک راہوں کا چراغ اور صبح کی روشنی ہو، جس سے دل کا تعلق ایسا ہو جیسے پھول کا خوشبو سے، ساز کا نغمے سے، شعر کا شاعر سے، صانع کا صنعت سے اور پرندے کا آسمان سے، جس کے خیالوں سے دل کی دھڑکنیں بحال ہوں، جس کی موجودگی سکون بخشے، جس کا ساتھ مضبوط پہاڑ کی مانند ہو، جس کا ہاتھ تھام کر قدم تیزی سے دوڑیں، لیکن اچانک وہ ہاتھ ہاتھوں سے چھوٹ جائے، دل کا شیشہ ٹوٹ جائے، قدم لرزنے لگیں، راہوں میں تاریکی چھا جائے، پھول مرجھا جائیں اور دل غم کے گہرے سمندر میں ڈوب جائے-

موت کی دستک ہو یا کوئی اور آزمائش، محبت کے سب سے بڑے امتحانات میں سے ایک جدائی ہوتی ہے- اپنے پیاروں سے بچھڑنے کا محض تصور ہی دل کو ہلا دینے کے لیے کافی ہے- وہ جن کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں ہوتا، جب وہ اچانک چھن جاتے ہیں، تو انسان ٹوٹ کر رہ جاتا ہے- کبھی کوئی خاک میں دفن ہو کر جدا ہوتا ہے، تو کبھی کوئی زندہ ہو کر بھی دوری کے اندھیروں میں کھو جاتا ہے- لیکن محبت کا اصل تعلق تو دل سے ہوتا ہے، جیسے کوئی نادیدہ ڈور ایک دل سے دوسرے دل تک بندھی ہو جس سے محبت ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتی ہے-

حضرت یعقوب (علیہ السلام) اپنے لختِ جگر حضرت یوسف (علیہ السلام) کی جدائی میں 40 برس سال تک اشک بار رہے، یہاں تک کہ غم کی شدت سے آپ کی آنکھوں کی بینائی تک جاتی رہی- جس کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ“[1]

”اور یعقوب (علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف (علیہ السلام) کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں سو وہ غم کو ضبط کئے ہوئے تھے“-

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ سے جدائی کا کرب سہا- وہ شہر جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بچپن کی یادیں جوانی کے پاکیزہ ایام، حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا ساتھ اور چچا ابو طالب کی شفقت تھی- جب ہجرت کا وقت آیا تو مکہ کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا:

”اے مکہ! تو کتنا پیارا شہر ہے، تو مجھے کس قدر محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسرے مقام پر سکونت اختیار نہ کرتا“-[2]

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کہ جنہوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو ایک ٹوکری میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دیا- ایک ماں کے لیے یہ کیسا صبر تھا! مگر رب نے تسلی دی:

”وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ“[3]

”اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں“-

[1](یوسف:84)

[2](صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:3709)

[3](القصص:7)

حضرت آدم (علیہ السلام) اور حضرت حوا بھی سالوں تک ایک دوسرے سے بچھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے آپ کی تلاش میں پوری دنیا کا پیدل سفر کیا۔

جب مولانا رومی اپنے مرشد و ہادی شمس تبریز سے جدا ہوئے تو اس جدائی نے مولانا رومی کو اس قدر گہرا صدمہ دیا کہ آپ ہر چیز سے بے خبر ہو کر دنیا سے لاتعلق ہو کر دیوانہ وار پھرتے رہے۔ آپ نے اپنے قلب کے قلم اور غم کی سیاہی سے مثنوی جیسی عظیم کتاب لکھ ڈالی جہاں 26 ہزار اشعار جدائی کے سوز میں آج تک روشن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چاند سورج سیارے ستارے آب و پہاڑ جیسے کمالات تخلیق کئے لیکن اشرف المخلوقات کے لقب سے صرف انسان کو نوازا کھجور کا تنا انسان سے افضل تو نہیں ہو سکتا لیکن جب قوت گویائی اسے عطا کی گئی تو جدائی کے درد سے وہ بھی گریاں کرنے لگا۔

”صحیح بخاری“ کی روایت ہے کہ جمعہ کا دن آیا، تو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اس پر اس کھجور کے تنے نے ایک چیخ ماری، جس کے پاس کھڑے ہو کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ دیا کرتے تھے اور قریب تھا کہ وہ پھٹ ہی جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچے کی طرح چلانا شروع کر دیا۔ اس پر حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نیچے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں بھرنا شروع ہو گیا، جسے چپ کرایا جا رہا ہو، یہاں تک کہ پر سکون ہو گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہ اس ذکر (سے محروم ہونے) کی وجہ سے رویا ہے، جسے یہ سنا کرتا تھا“۔

اس تمہید کو سامنے رکھ کر خود کو اس عالم میں لے چلیں جسے عالم ارواح یا عالم لاہوت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ عالم جہاں انسانی ارواح کو تخلیق کیا گیا جہاں نہ ماں باپ تھے، نہ بیوی بچے، نہ غم روزگار تھا، نہ دانہ گندم و اناج بس ایک ہی ذات ہمارے سامنے تھی ہم اسی کے انوار و تجلیات میں پل رہے تھے ہمارا مقصود و مطلوب صرف ذات حق تعالیٰ تھا۔

اسی کا ذکر اسی کی فکر اور اسی کی محبت ہماری کل متاع تھی۔ ہم اس کی بارگاہ میں عشق کا دعوی کر بیٹھے تھے اور اسی لئے اس نے ہمیں خود سے جدا کر کے اس کائنات میں بھیج دیا کہ دیکھا جائے کون اس کی محبت میں سچا ہے اور کون ایسا ہے جو مادی محبتوں میں گم ہو کر اسے فراموش کر بیٹھتا ہے۔

انسان کی روح کا اصل تعلق اپنے خالق سے ہے۔ عالمِ ارواح میں ہر روح نے اللہ تعالیٰ کی قربت اور محبت کا مزہ چکھا، اسی لیے جب انسان دنیا میں آیا، تو اس جدائی کا دکھ اس کی فطرت میں پیوست ہو گیا۔ یہ دنیا کی ہر جدائی، ہر غم اور ہر محرومی دراصل اُسی ایک عظیم جدائی کا عکس ہے۔ دل ہمیشہ کسی انجانی کمی کا احساس کرتا ہے، جیسے کوئی بہت عزیز چھن گیا ہو۔ وہ محبوب جو سب سے قریب تھا، سب سے زیادہ مہربان تھا، جس کی قربت میں سکون تھا، وہی محبوب، اللہ تعالیٰ، جب پردۂ غیب میں چلا گیا، تو انسان کی روح اس فراق میں ہمیشہ بے قرار رہنے لگی۔

اسی فطری جدائی کا نوحہ مولانا رومی نے اپنی مثنوی کے آغاز میں بانسری کی زبان سے بیان کیا۔ وہ بانسری جسے سرکنار سے کاٹ کر تنہا کر دیا گیا، وہ ہر وقت سوز و غم سے بھری صدائیں نکالتی ہے۔ رومی کہتے ہیں کہ بانسری کی یہ فریاد دراصل روح کی فریاد ہے، جو اپنے اصل محبوب، اللہ تعالیٰ سے جدائی کا دکھ سنا رہی ہے۔ یہ نالہ صرف عشقِ حقیقی کا نالہ ہے۔ وہ عشق جو روح اور رب کے درمیان ہے۔ اسی لیے رومی کی مثنوی کا ہر شعر، ہر استعارہ انسان کے اسی ازلی دکھ کو بیان کرتا ہے کہ وہ جس سے جدا ہوا ہے، وہی اس کی سب سے بڑی چاہت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام دکھ، تمام محبتیں، تمام جدائیاں انسان کو دراصل اس ایک عظیم محبت کی یاد دلاتی

ہیں، جو اس کی روح اور اس کے رب کے درمیان قائم تھی- اور ہر سچا عاشق، ہر سچی روح، آخر کار اُسی محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے-

عالم ارواح کے اس عہد کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

’’وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۛ شَهِدْنَاۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ‘‘[4]

’’اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں! (تو ہی ہمارا رب ہے،) ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے‘‘-

اس آیت کریمہ میں جس عہد لینے کا ذکر ہے، اس عہد کی وضاحت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی تفصیل سے موجود ہے-

علامہ ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ:

’’رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں: بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسے نکالیں جیسے کنگھی بالوں میں سے نکلتی ہے- ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا، انہوں نے اقرار کیا، فرشتوں نے شہادت دی- اس لیے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اس سے غفلت کا بہانہ نہ کریں‘‘-[5]

یہ آیت کریمہ اور اس سے منسلک احادیث اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار موجود ہے- ہر روح نے ازل میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کو تسلیم کیا اور یہی وہ عہد ہے جو فطرت انسانی میں پیوست ہے-

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں آکر بھی ہر انسان کی فطرت میں سچائی، حق کی تلاش اور اپنے خالق کی پہچان کی جستجو موجود رہتی ہے- اگرچہ دنیا کی مصروفیات، خواہشات اور بیرونی اثرات اس فطری یادداشت کو دھندلا سکتے ہیں، لیکن دل کی گہرائی میں یہ عہد ہمیشہ زندہ رہتا ہے- یہی وہ اندرونی آواز ہے جو انسان کو کبھی نہ کبھی جھنجھوڑتی ہے اور اسے حقیقت کی طرف پلٹنے پر مجبور کرتی ہے-

اسی جدائی کا ذکر حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے اس بیت میں فرماتے ہیں:

ب- بنھ چلایا طرف زمیں دے، عرشوں فرش ٹکایا ھو
گھر تھیں مِلیا دیس نکالا، اساں لِکھیا جھولی پایا ھو
رہ نی دنیاں نہ کر جھیڑا، ساڈا اَگّے دل گھبرایا ھو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈھا، باھو دم دم غم سوایا ھو

طالبِ مولیٰ کا اصل گھر تو عالمِ لاھوت ہے جہاں پر اس نے دیدارِ الٰہی کے سوا دنیا اور عقبیٰ کو ٹھکرا دیا تھا- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں یہ تو ہماری تقدیر ہے جس نے ہمیں جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے اور ہمیں اپنے وطنِ ازلی، عالمِ لاھوت سے عالمِ خلق (ناسوت) میں لے آئی ہے- اے دنیا! ہمارا پیچھا چھوڑ دے اور ہمیں تنگ نہ کر ہمارا دل تو

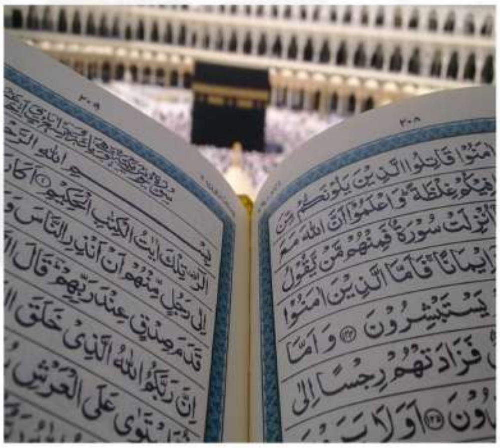

پہلے ہی فراقِ یار میں بے قرار و بے چین ہے- ہم تو اس دنیا میں پردیسی ہیں- ہمارا وطن تو محبوبِ حقیقی کے پاس ہے جو بہت دور ہے اور اِس تک جانے والی راہ میں بہت سی مشکلات اور مصائب ہیں جسے ہم نے دنیا کی محبت دل سے نکال کر عشق سے طے کرنا ہے اور ہر لمحہ یہ غم بڑھتا ہی جا رہا ہے-

[4](الاعراف:172)

[5](تفسیر ابن جریر الطبری، رقم الحدیث:15365)

ہم نے اپنے محبوب حقیقی، اپنے خالق کا دیدار کیا، اس سے عہد و پیمان باندھا اور پھر جدا کر دیے گئے-تب سے یہ دنیا جدائی کی سرزمین ہے-ایک ایسا دیار جہاں ہر لمحہ اُس پہلی محبت کی یاد دلاتا ہے-ہم اپنے رب سے جدا ہو کر اس دنیا میں دربدر بھٹک رہے ہیں، بے قراری کا سفر طے کر رہے ہیں-

جدائی کے بعد انسان ہمیشہ کسی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے-ہر آواز، ہر آہٹ پر چونک اٹھتا ہے کہ شاید یہ اس کے محبوب کی آمد ہو، شاید یہ کوئی پیغام ہو، کوئی اشارہ ہو-ہم بھی اسی طرح دنیا میں محبوبِ حقیقی کی جستجو میں ہیں-

ہم عہد الست کو چاہے بھول چکے ہوں لیکن ہماری روح فراق کے کرب سے گزر رہی ہیں اور شدت سے وصال کی منتظر ہے-جس طرح بچھڑے ہوئے لوگوں سے ملنے کا ایک واحد سہارا نیند کے ذریعے خواب کا راستہ ہوتا ہے اسی طرح موت کے بعد ہم بچھڑے ہوئے محبوب سے مل سکیں گے لیکن کونسی موت کے بعد؟ گوشت و پوست والے جسم کی موت یا پھر نفس کی موت؟ ایک موت تو جسم کی ہے کہ جب روح جسم سے نکل کر اپنے خالق کی طرف لوٹتی ہے جیسا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ“[6]

”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے“-

لیکن ایک موت نفس کی ہے نفس کی موت سے مراد تزکیہ نفس ہے قرآن کا ارشاد ہے:

”قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى“[7]

”بیشک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا“-

نفس کی موت ہی وہی راستہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے مل سکے اس سفر کو صوفیاء کرام موتو قبل انت موتو یعنی موت سے پہلے مر جانے کا نام دیتے-

تصوف میں سلوک کی منازل میں ایک مقام فنافی اللہ کا بھی آتا ہے، جہاں بندہ اپنے وجود کی حقیقت کو مٹا کر محض اللہ کی ذات میں اپنی بقا پاتا ہے-اپنی خواہشات اور اپنے محدود ادراک سے آگے بڑھ کر حقیقت کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے-یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب وصال کی حقیقت آشکار ہوتی ہے-جب دل کی دھڑکنیں اللہ کے ذکر میں ڈھل جاتی ہیں اور روح اس فراق کے درد سے آزاد ہو کر حقیقتِ وصل سے روشناس ہوتی ہے-رب کریم کا فرمان پاک ہے:

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ“[8]

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں“-

اللہ ہمارے کتنے قریب ہے یہ بات سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ ”حَبْلِ الْوَرِيْدِ“ کا ذکر کیا ہے-یہ وہ رگ ہے کہ جسے اگر کاٹ دیا جائے تو انسان کی روح نکل جاتی-علامہ علی بن محمد خازن (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”وَرِید“ وہ رگ ہے جس سے خون جاری ہو کر بدن کے ہر جُزْوْ میں پہنچتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اَجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردے میں نہیں“-[9]

اللہ کریم کا فرمان ”وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ“ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ ہماری ہر دھڑکن، ہر سانس، ہر خیال سے بھی زیادہ قریب ہے-

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے:

”بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے-لہٰذا تم (سجدے میں) خوب دعا کیا کرو“-[10]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[6](آل عمران:185)

[7](الاعلیٰ:14)

[8](سورہ ق:16)

[9](تفسیر خازن، زیر آیت سورۃ ق:16)

[10](صحیح مسلم، رقم الحدیث:482)

"وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ"[11]

میرے بندے! اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادیجئے کہ میں تو ان سے قریب ہوں پکارنے والا جب پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں"۔

کس قدر محبت اور مٹھاس ہے ان جملوں میں کہ اللہ ہمیں سن رہا ہے۔جواب بھی دیتا ہے وہ تو بہت قریب ہے لیکن انسان اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔جو لوگ اس دنیا میں اپنے محبوبِ حقیقی کی تلاش میں نکلتے ہیں، وہ اپنی زندگی میں ہی وصال کی چاشنی چکھ لیتے ہیں۔ہم قربِ حق سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں، حالانکہ وہ تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔مگر دنیا کی چمک دمک، خواہشات کی دھند اور خودی کے حجاب ہماری سماعتوں پر پردے ڈال دیتے ہیں۔یہی وہ غفلت ہے جس کی طرف صوفیاء کرام ہمیشہ متوجہ کرتے رہے کہ اصل راستہ وہ ہے جہاں دل کا آئینہ صاف ہو، جہاں نگاہوں کے پردے ہٹیں اور جہاں انسان اس آواز کو سن سکے جو ازل سے اس کے لیے پکار رہی ہے۔

محبوب صمدانی، سلطان العارفین شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مایہ ناز کتاب سر الاسرار میں رب کریم سے جدائی اور وصال کو یوں لکھتے ہیں کہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا"[12]

"اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا اور راستہ سے بہت دور ہٹا ہوا"۔

"فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ"[13]

"آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

دل کا اندھا ہونے کا سبب حجابات کی ظلمت غفلت اور نسیان ہے کیونکہ رب کریم سے کیے گئے وعدے کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔غفلت کا سبب امر الٰہی کی حقیقت سے ناواقفیت ہے اور جہالت اس لیے کہ دل پر ظلمانی صفات چھا گئی ہیں مثلاً تکبر، کینہ، حسد، بخل، غضب، غیبت، چغلی جھوٹ اور اس کے کئی دوسری چیزیں یہی صفات کی بدترین حالت کی طرف لوٹنے کا سبب ہے ان صفات مذمومہ کی ازالے کی واحد صورت یہ ہے کہ دل کے آئینے کو توحید کے ریتی کے ساتھ صیقل کیا جائے اور علم و عمل اور ظاہر و باطن میں سخت مجاہدہ اپنا کر دل کو صاف کیا جائے اگر اس طریقے کو اپنایا جائے تو دل اسما و صفات کے نور سے ایک نئی زندگی حاصل کر لے گا اور اسے اپنا وطن اصلی یاد آجائے گا پھر یہ دل اپنے وطن کے لیے مشتاق ہو گا وہاں لوٹنے کے لیے بے تاب ہو گا اور اللہ رحمان اور رحیم کی عنایت سے اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا حجابات ظلمانیہ کے ازالے کے بعد نورانیت باقی رہ جائے گی اور اب روح آنکھ بینا ہو جائے گی۔اسماء و صفات کے نور سے باطن میں ایک نئی روشنی پھیل جائے گی پھر ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ نورانی حجابات بھی اٹھتے جائیں گے اور دل نور ذات سے منور ہو جائے گا"۔

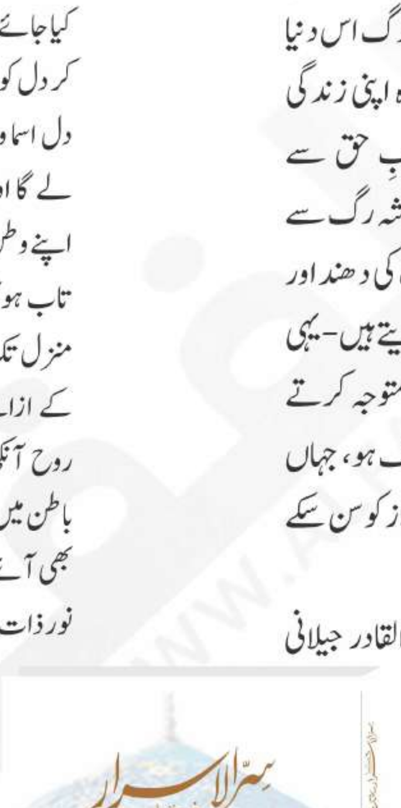

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس ذات کی طلب طالب کے دل میں جاگزین ہو جائے اور وہ شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہوئے اللہ کے ذکر سے اپنی روح کو بیدار کر لیں تو اسے وہ دن یاد آجائیں گے جو اس نے اللہ تعالیٰ کے قرب میں گزارے ہیں۔لیکن قرب الٰہی کی رہنمائی اللہ والوں کی تعلیمات سے ہی نصیب ہوتی ہے جس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے۔

☆☆☆

[11] (البقرہ:186)
[12] (الاسراء:72)
[13] (الحج:46)

تصنیفِ لطیف از:

سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھُوؒ

عَیْنُ الْفَقْر

قسط: 1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[1] اُس کی ذات زوال و خسارے سے پاک ہے، جو مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو کون نکالتا ہے؟[2] فرمانِ الٰہی ہے: ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو دیکھنے والا ہے''۔[3] درود ہو اُس ذاتِ پاک پر جو سیّد السادات ہیں، اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق میں سب سے زیادہ اشرف اور ہدایت و دینِ حق کے رسول ہیں۔ جن کی شان میں حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا''۔[4] وہ ذاتِ گرامی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

جان لے کہ اِس کتاب کا نام عین الفقر رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے طالبوں اور فنا فی اللہ فقیروں کی ہر خاص و عام مقام پر خواہ وہ مقام مبتدی ہو، متوسط ہو یا منتہی ہو، راہنمائی کر کے صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے اور اُنہیں مشاہداتِ اسرارِ پروردگار اور مشاہداتِ تجلیاتِ انوارِ توحیدِ ذات سے مشرف کر کے ''علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین''[5] کے مراتب پر پہنچاتی ہے جہاں اُنہیں محبتِ حق تعالیٰ نصیب ہو جاتی ہے اور اِس حدیثِ قدسی کے رموز اُن پر آشکارہ ہو جاتے ہیں کہ: ''مَیں ایک مخفی خزانہ تھا، مَیں نے چاہا کہ میری پہچان ہو، پس مَیں نے اپنی پہچان کے لئے مخلوق کو پیدا کیا''۔ پھر وہ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے روگردانی ہرگز نہیں کرتے اور نہ ہی غلط روش اختیار کر کے استدراج و بدعت سے آلودہ ہوتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا''۔ (پارہ:9، الاعراف:182) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''جس راہ کو شریعت رد کر دے وہ زندیقہ[6] کی راہ ہے''۔ جس راہ کو شریعت ٹھکرا دے وہ کفر کی راہ ہے، شیطان و ہوائے نفس اور دنیائے ذلیل کی راہ ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اِس سے خبر دار رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''جس نے کسی چیز کو چاہا وہ خیر سے محروم رہا اور جس نے اَللّٰہُ کو چاہا وہ مالکِ کل ہو گیا''۔ جس نے کسی چیز کی جستجو کی اُسے اُس سے فائدہ نہ ہوا اور

---

[1] (پارہ:1، الفاتحہ:1)

[2] (پارہ:11، یونس:31)

[3] (پارہ:25، الشوریٰ: 11)

[4] (پارہ:3، آل عمران:31)

[5] علم الیقین = علمی و عقلی دلیل سے ماننا۔

عین الیقین = آنکھ سے دیکھ کر ماننا۔

حق الیقین = آنکھ سے دیکھنے کے بعد تحقیق کر کے ماننا۔

[6] بے دینی، بداعتقادی و گمراہی۔

جس نے اَللّٰہُ کی جستجو کی اُسے ہر چیز میسر آ گئی- یہ چند کلمات ظاہری و باطنی طیر سیر کے اُس سلک سلوک کے بارے میں ہیں جس کا مقصود و مطلوب فقر ''فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ''[7] ہے- طالبِ دنیا کا سلک سلوک فقر ''فَفِرُّوْٓا مِنَ اللّٰہِ''[8] ہے جو مردود ہے-

ابیات:

(1) ''میرا وجود توحیدِ حق تعالیٰ میں غرق ہو کر عین توحید ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے توحیدِ مطلق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا''-

(2) ''راہِ شریعت پر گامزن ہو کر مَیں عرش و کرسی سے بالاتر مقامات پر جا پہنچا اور سرِّ وحدت کے ہر مقام کا خوب مشاہدہ کیا''-

(3) ''اے طالب! ہر حرف اور ہر سطر میں توحید کا مطالعہ کر اور ہمیشہ اِس مطالعہ کو جاری رکھ حتیٰ کہ تجھے حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے''-

حدیث: ''برتن سے وہی چیز بر آمد ہوتی ہے جو اُس کے اندر موجود ہوتی ہے''- جان لے! فقیر باھُو کہتا ہے کہ راہِ حق کے طالبوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو مشرق و مغرب میں ملتا ہے، نہ شمال و جنوب میں ملتا ہے، نہ اوپر و نیچے ملتا ہے، نہ چاند و سورج میں ملتا ہے، نہ آگ و مٹی اور ہوا و پانی میں ملتا ہے، نہ شب و روز میں ملتا ہے، نہ گفتگو و قیل و قال میں ملتا ہے، نہ تحصیلِ علم اور جہالت میں ملتا ہے، نہ وقتِ حال و خط و خال و صورت و جمال میں ملتا ہے، نہ وِرد و ظائف میں ملتا ہے، نہ تسبیح و حروف میں ملتا ہے، نہ زہد و تقویٰ اور پارسائی میں ملتا ہے، نہ دربدر کی گدائی میں ملتا ہے، نہ دلق پوشی میں ملتا ہے اور نہ ہی لب بستہ خاموشی میں ملتا ہے- دانا بن اور یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کا بھید صرف صاحبِ راز (مرشد کامل) کے سینے میں پنہاں ہے- اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے-

مثنوی:

''الٰہی تیرا بھید ہر صاحبِ راز کے سینے میں جلوہ گر ہے، تیری رحمت کا دروازہ[9] ہر کسی کے لئے کھلا ہے، جو بھی تیری بارگاہ میں عاجزی سے آتا ہے وہ بھلا کب محروم رہتا ہے؟''

دریائے وحدتِ الٰہی توحید ہمیشہ مومن کے دل میں موجزن رہتا ہے، جو شخص چاہے کہ اُسے حق حاصل ہو جائے اور وہ واصل بخدا ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل مکمل تلاش کرے کہ وہ خزائنِ دل کا مالک ہوتا ہے- اسم اَللّٰہُ ذات کے تصور اور ذکرِ اَللّٰہُ کی تاثیر سے فقیر کا وجود نورِ الٰہی سے پُر ہوتا ہے- جو شخص دل کا محرم ہو جاتا ہے وہ نعمتِ حق سے ہرگز محروم نہیں رہتا- حدیث: ''پہلے واقفِ راہ کی رفاقت حاصل کرو پھر راہ چلو''- حدیث: ''اُس کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہیں''- حدیث: ''جس کا مرشد نہیں اُسے شیطان گھیر لیتا ہے''- دل کیا چیز ہے؟ دل چودہ طبقات سے وسیع تر مقام ہے- حدیثِ قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے: ''مَیں نہ تو زمین میں سماتا ہوں اور نہ ہی آسمانوں میں سماتا ہوں مَیں صرف بندۂ مومن کے دل میں سماتا ہوں''- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے''-

(جاری ہے)

---

[7] پس تم اللہ کی طرف بھاگو- (پارہ:27، الذاریات:50)

[8] بھاگو اللہ سے دور-

[9] مرشدِ کامل کی بارگاہ ہی رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہے جو ہر کسی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے- جو کوئی عاجزی سے اُس میں داخل ہوتا ہے وہ کامران و بامراد ہو جاتا ہے-

لا ھو غیری دھندے ہک پل مول نہ رہندے ھو
عشق نے پٹے رکھ جڑھاں تھیں اک دم ہول نہ سہندے ھو
جیڑھے پتھر وانگ پہاڑاں آہے اوہ لون وانگوں گل وہندے ھو
عشق سوکھا لا جے ہوندا باھو سبھ عاشق بن ہی بہندے ھو

Besides He they never let any other business remain there Hoo
Ishq will up root from its roots and does not leave any fear for a moment where Hoo
Such rocks like mountains will melt like salt Hoo
If ishq was such easy Bahoo than everyone would become aashiq exalt Hoo

Lahoo Hoo 'Ghairi dhanday hik pal mool na rahanday Hoo
Ishq nay pattay j'Rha'N thi'N ek dam hol na sahnday Hoo
Jeh'Ray pathar wang pahara'N aahay oah lon wango'N gull wahanday Hoo
Ishq sokha la jay honda Bahoo sabh aashiq ban hi ban bahnday Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1: ”سیّدی رسول اللہ (ﷺ) ہر وقت مشاہدۂ معرفت اور قربِ الٰہی میں غرق رہتے تھے اور مشاہدۂ توحید و نور حضور میں اُن کی محویت اِس قدر ہوتی تھی کہ دم بھر کے لیے بھی مشاہدۂ حضورِ ربانی سے فارغ نہیں ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود و بے انداز محبت کا درد اور آتشِ عشقِ توحید کی تپش اُنہیں ایک پل کے لیے بھی آسودہ نہیں رہنے دیتی تھی“-(کلید التوحید کلاں)

لہ بھی اسم اعظم ہے اور ھُو بھی اسم اعظم ہے اس علاوہ جو کچھ ہے وہ سب غیر اللہ کا کھیل تماشا ہے اللہ والے اسم اعظم کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اللہ عزوجل کے مقربین اور محبین بھی اللہ عزوجل اور حبیب مکرم (ﷺ) کی اس سُنت پہ عمل کرتے ہیں جیسا کہ حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”محبوبِ سُبحانی سیّدنا الشیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) حضور نبی رحمت (ﷺ) کے چار یاروں کے دوست، اہلِ سنت وجماعت اور نائبِ محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں اور ظاہر باطن میں ایسے طاعت گزار ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی بندگیٔ خدا سے فارغ نہیں ہوتے“(کلید التوحید کلاں)- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ”مائی راستی (رحمۃ اللہ علیہا) کا بیٹا باھُو دینِ حق میں صادق قدم ہے، اُس کی دونوں آنکھیں ہر وقت محوِ دیدار رہتی ہیں“-(عین الفقر)

2: سیّدنا غوث الاعظم پیر دستگیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: ”خداوندا! عشق کیا چیز ہے؟“ جواب ملا: ”عشق وہ ہے جو ہر ماسویٰ اللہ کو جلا کر راکھ کر دے“- جیسا کہ فرمایا گیا ہے: عشق ایک آگ ہے جو دل سے ہر نقشِ غیر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے“(محک الفقر کلاں)- اے باھُو! واصل باللہ مرشد عشق سوز ہوتے ہیں جو ہر وقت، ہر گھڑی اور ہر دم سوزِ عشق میں جلتے رہتے ہیں“(عین الفقر)- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں فرماتے ہیں: فقر کی ابتدا و انتہا مجھ پر ختم ہو چکی ہے اور سوزِ عشق سے میرے وجود میں نفس جل کر راکھ ہو چکا ہے“-(اسرار القادری)

3: ”تُو جانتا ہے کہ عشق کیا چیز ہے؟ اپنے نفس کو مار دینے کا نام عشق ہے- عشق وہ چیز ہے کہ جس کی کاٹ سے دل ہر وقت سوزش میں مبتلا رہتا ہے- مزید ارشاد فرمایا: ”عشق آگ ہے جو اگر وجود میں داخل ہو جائے تو گرمی پیدا کرتا ہے اور وجود کو جلا کر صفائی بخشتا ہے“-(محک الفقر کلاں)

یاد رہے کہ انسانی وجود میں خواہشاتِ نفسانی کے جو بُت ہیں وہ ظاہری بتوں سے کہیں زیادہ سخت اور ایمان لیوا ہیں جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”نفس کے ہر بال و رگ میں کفار سے زیادہ سخت بلکہ سخت ترین اکہتر ہزار زنار پڑے ہوئے ہیں جو ہر گز نہیں ٹوٹتے جب تک کہ وہ دیدارِ پروردگار سے مشرف ہو کر صاحبِ حضور نہ ہو جائے“-(امیر الکونین)

لیکن یہ عشق ان بتوں اور زناروں کو ریزہ ریزہ کر کے نہ صرف اڑا دیتا ہے بلکہ اس کی جگہ وحدت و محبت کے باغ و پھول کھلا دیتا ہے جن کی خوشبوؤں سے نہ صرف یہ جہاں بلکہ دونوں جہان معطر ہوتے ہیں جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”وجود گویا لکڑی ہے اور عشق اُس کے اندر بھری ہوئی آگ ہے جو خام ہو تو بھڑکتی نہیں، لیکن جب یہ بھڑکتی ہے تو دم بھر میں لکڑی کو ختم کر کے راکھ کر دیتی ہے“(کلید التوحید کلاں)- مزید ارشاد فرمایا: ”اگر تیرے دل میں ذرہ بھر بھی عشقِ الٰہی پیدا ہو جائے تو وہ تیرے لیے دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہو گا“-(کلید التوحید کلاں)

4: ”سن! بہت سے لوگ بظاہر لباسِ فقر میں نظر آتے ہیں لیکن بباطن خوار ہوتے ہیں- ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہی صاحبِ فقر ہو کر اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے گلشنِ بہار کے مزے لوٹتا ہے- فقیر مشکل کشا و عین نما کو کہتے ہیں- یہ ہوا و ہوس کے قیدی نفس پرست و خود پسند لوگ فقیر نہیں ہوتے“ (نور الھدیٰ)- مزید ارشاد فرمایا: راہِ خدا بال سے بھی زیادہ باریک ہے کہ اِس میں فنا فی اللہ ذات ہونا پڑتا ہے جو فرمانِ حق کے مطابق ایسے ہے کہ جیسے سُوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا- فقیری ایک پُر درد کشالہ ہے نہ کہ اماں و خالہ کے گھر کا حلوہ و چرب نوالہ، بلکہ رات دن سوزِ عشق میں جلنا ہے“-(عین الفقر)

یہ پورا بیت مبارک عشق کے بارے میں ہے، حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی تعلیمات مبارکہ میں کئی مقامات پہ اس چیز کا تذکرہ فرمایا ہے کہ عشق مصطفےٰ (ﷺ) ایک انمول اور متاعِ بے بہا ہے جو طالب کو ہر مقام و مرتبے تک پہنچا دیتا ہے، اس کے حصول کے بارے میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”عشق کی چھت بہت بلند ہے، اُس پر پہنچنے کے لئے اسم اَللّٰہُ ذات کی سیڑھی استعمال کر جو تجھے ہر منزل و ہر مقام بلکہ لامکان تک پہنچا دے“-(عین الفقر)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ

کی شہرہ آفاق اور فقر و عرفان کے اسرار و رموز سے بھرپور کتب

کا معیاری انگلش ترجمہ

مترجم: ایم اے خان

انگریزی تراجم کا مقصد اس عظیم روحانی و ادبی ورثے کو انگریزی قارئین تک پہنچانا ہے۔

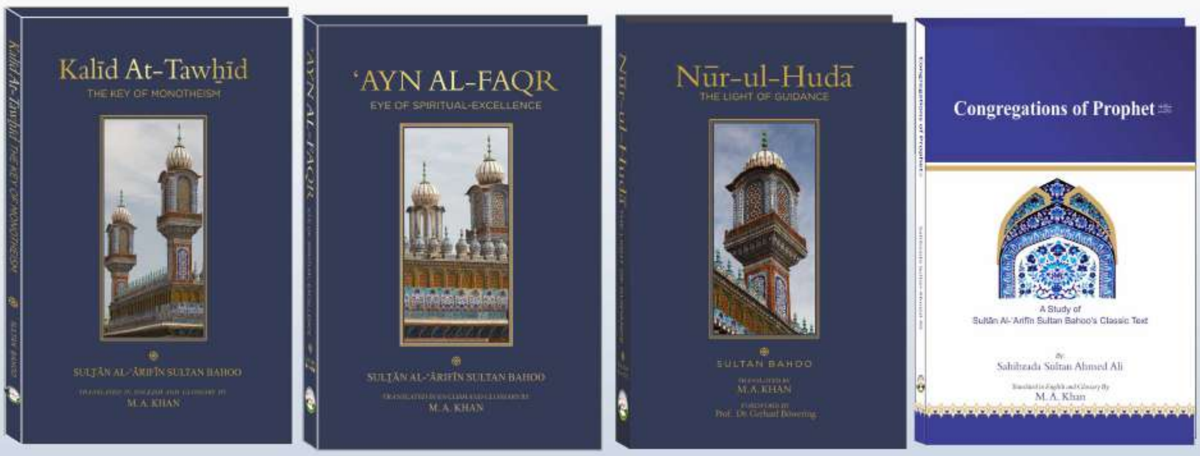

Unique Terminologies

Precise Interpretations

Modern and Effective Style

یہ تراجم حضرت سلطان باھُوؒ کے پیغام کو دنیائے جدید میں پھیلانے کا مؤثر ذریعہ ہیں

علم دوست اور کتاب بین حضرات کے لیے خوبصورت تحفہ

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

ہیڈ آفس: دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھو ؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پی او بکس نمبر 11 جی پی او، لاہور

ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

youtube.com/@sultanahmedali
YouTube
CHANNEL
صاحبزادہ سلطان احمد علی
(چیرمین مسلم انسٹیٹیوٹ)
کے علمی، فکری و تحقیقی لیکچرز سے مستفید ہونے کے لیے
ابھی سبسکرائب کریں۔
روحانیت
تاریخ وثقافت
عصرِ حاضر کے مسائل
فلسفہ
عالمی امور
بخاری شریف اور تصوف
سالانہ ختم بخاری کے موقع پہ
صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کا یادگار خطبہ
1:04:05
پیرِ رومی و مریدِ ہندی
کے درمیان
دلچسپ مکالمہ
5/6
39:59
جوناگڑھ کا پاکستان کیساتھ الحاق
اور قانونی حیثیت
18:04
قائداعظم
کی زندگی کے چند
حیران کن پہلو
21:35
جوہری پروگرام
سائنسی علوم
سیاسی اہلیت
پاکستان کا مستقبل
مختصر وقت میں زبردست تبصرہ ضرور سنیں
14:18
اقبالؒ و قائداعظمؒ کے نظریہ پاکستان پر
قرآن مجید کا اثر
ہر پاکستانی ضرور جانے
1:07:29
زبورِ عجم کی غزل
بانشہ درویشی درساز و دمادم زن
کی خوبصورت شرح
21:09
ایمان، معاشرہ اور خود کی تعمیر
طلباء سے خصوصی گفتگو
45:38
غزہ پہ مسلمان ممالک
خاموش کیوں؟
1:13:09
مولانا رومی اور حضرت سلطان باھوؒ کانفرنس
سلسلہ کیسے شروع ہوا؟
COP29
موسمیاتی تبدیلی
مذہبی رہنماؤں کا کردار
اقوام متحدہ کی کانفرنس سے
صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کا اسپیشل تجزیہ
10:52
بین الاقوامی اقبال کانفرنس میں
تاریخی صدارتی خطبہ
اقبال شناسی کی روایت پر چند بڑے سوالات
14:30